REGL ۶۷-۲۱

رجسٹرڈ نمبر ل ۶۷

جلد ۷ ‖ ۲۷ نبوت ۱۳۳۷ ہش / ۱۵ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ - ۲۷ نومبر ۱۹۵۸ء ‖ نمبر ۴۶

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۲ نومبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاع مظہر ہے کہ

حضور نے کل یہاں نماز جمعہ پڑھائی اور ایک نہایت ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ قبل ازیں اطلاع دی جا چکی ہے گذشتہ کئی روز سے حضور کی طبیعت دردِ نقرس کی وجہ سے ناساز چلی آ رہی تھی۔ اب بفضلہ تعالیٰ پہلے کی نسبت افاقہ ہے۔

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کیلئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں۔

قادیان ۲۷ نومبر۔ مکرم شیخ محمد یعقوب صاحب چنیوٹی درویش بدستور بیمار ہیں۔ احباب شیخ صاحب موصوف کی کامل شفایابی کیلئے خصوصیت سے دعا فرمائیں انہیں بازو اور دائیں ٹانگ پر نیم فالج کی تکلیف ہے۔ ابھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے مشورہ سے مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی زیر نگرانی ان کا علاج ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد کامل صحت بخشے۔ آمین۔

قادیان ۲۴ نومبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع دیگر اہل خانہ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ البتہ صاحبزادی امۃ العلیم صاحبہ کو برادن کائٹس کی تکلیف ہے۔ احباب صاحبزادی صاحبہ کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

قادیان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامیاب جلسہ

سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں پر پُر مغز تقاریر!

قادیان ۲۲ نومبر۔ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے اعلان کے مطابق قادیان کی مقامی جماعت کی طرف سے سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک تقریب پر ۹ بجے صبح زیر صدارت محترم مولوی عبدالرحمان صاحب فاضل مسجد اقصیٰ میں جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ اور جملہ درویشان کرام نے خاص ذوق و شوق سے اس جلسہ کی ساری کارروائی سنی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی سعادت حاصل کی۔

جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو ملک بشیر احمد صاحب ناصر نے سورت فتح کے آخری رکوع سے کی۔ اور یونس احمد صاحب اسلم درویش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشہور عربی قصیدہ "یا عین فیض اللہ والعرفان" کے چند منتخب اشعار خوش الحانی سے سنائے اور بعد میں اُن کا اردو ترجمہ بھی سنایا۔

افتتاحی تقریر

اس کے بعد محترم صاحب صدر نے اپنی افتتاحی تقریر میں فرمایا کہ یہ جلسہ آج ایسی مقدس ذات کی سیرت کے بیان کرنے کے لئے منعقد ہو رہا ہے۔ جس پر نہ صرف اپنوں کو فخر ہے۔ بلکہ آپؐ کی عظمت دشمنوں کے متعلق بھی رطب اللسان ہیں۔ اس لئے کہ حضور تمام بنی نوع انسان کے لئے نہایت کامل اور اتم اسوہ حسنہ تھے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک عربی شعر

تمت علیہ صفات کل مزیۃ
ختمت بہ آلاء کل زمان

کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ فی الواقع آپؐ ہی اس کے مصداق کامل قرار پاتے ہیں

اس کے بعد صاحب صدر نے حضورؐ کی سیرت مقدسہ کے متعدد واقعات بیان کئے جن سے حضورؐ کی غلاموں کے لئے مدد۔ اخلاق فاضلہ کے ذریعہ سے آراستہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت خدیجہؓ کے مشہور و معروف مومنانہ جواب کی بھی تشریح کی جو آپؐ کو خدا کی طرف سے اہم ذمہ داریاں سونپی جانے کے وقت دیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض

افتتاحی تقریر کے بعد پروگرام کے مطابق پہلے نمبر پر مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری کی تقریر تھی۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خدا تعالیٰ کی ابدی رحمت کے ظہور کے لئے آپؐ کی بعثت ہوئی۔ آپ نے آیت کریمہ ظھر الفساد فی البر والبحر کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ سب سے پہلے سرور دو عالم نے دنیا کو اس بُری حالت سے متنبہ کیا۔ اور انہیں سچے خدا کی طرف دعوت دی۔ اور اُس کی رحمت بے پایاں کی خبر دیتے ہوئے ناامیدی کو ترک کرنے اور اُس کے آستانہ پر جھک جانے کی ہدایت فرمائی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین اور وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کی تشریح کی۔ اور بتایا کہ حضورؐ نے ہر قسم کے معاصی اور گناہوں میں ملوث لوگوں کو پہلے اپنے نفسوں میں طہارت پیدا کرنے اور انسانیت کی قدر و قیمت پہچاننے کی طرف توجہ دلائی۔ اور پھر تلاوت آیات سے تزکیہ نفوس تعلیم کتاب و حکمت کے ذریعہ انہیں ادنیٰ حالت سے اُٹھا کر اعلیٰ حالت تک پہنچا دیا۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ میری بعثت بھی اس غرض سے ہوئی ہے کہ میں مکارم اخلاق کو دنیا میں رائج کردوں۔ اسی سبب سے خدا تعالیٰ نے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی اقتداء کا حکم دیا۔

دوسرے نمبر پر مکرم مولوی احمد رشید صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ کی تقریر تھی بعدہٗ عزیز محمد عارف الدین صاحب حیدر آبادی طالب علم مدرسہ احمدیہ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اردو کلام سے

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا

کے چند منتخب اشعار خوش الحانی سے سنائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی

تیسرے نمبر پر عزیز محمد عمر صاحب مالاباری متعلم مدرسہ احمدیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی "مدنی زندگی" پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حضورؐ کی زندگی کے دو دور یعنی مکی اور مدنی جو جمالی اور جلالی کے مظہر تھے۔ مکی زندگی میں معاندین اسلام کے ہاتھوں آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ حد درجہ دکھ اور اذیتیں اٹھاتے رہے۔ لیکن مظالم سے تنگ آ کر بارہا صحابہ نے دشمن کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کی درخواست کی۔ مگر ہر دفعہ حضور نے اسی بات کی تلقین فرمائی کہ اُمرت بالعفو یعنی تو مجھے عفو و درگذر کا ہی حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے جنگ کرنے کی اجازت نہیں۔ آخر اُن کے مظالم سے تنگ آ کر آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ آپؐ نے مدینہ منورہ میں آتے ہی مدینہ میں بسنے والے عرب قبائل اور یہود سے باہم صلح و محبت سے رہنے کا معاہدہ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کو صلح اور امن کس قدر محبوب تھا۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے عزیز موصوف نے دفاعی جنگ لڑنے کی اجازت کا ذکر کیا اور کہا کہ اپنے محبوب وطن سے چلے آنے کے باوجود دشمن نے آپ کو اس جگہ بھی چین سے رہنے نہ دیا۔ بلکہ وہ تین سو میل دور سے چڑھائی کر کے آئے تو آپؐ کو مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ بدر کے مقام پر ۳۱۳ نہتے مسلمانوں کا ایک ہزار کے جرّار لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ جس میں خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر مسلمانوں کو فتح دی اور باوجودیکہ اس جنگ میں قریش مکہ کو شکست فاش ہوئی۔ مخالفین کی آتش غضب اور بھڑکی۔ اور ایسی جنگوں کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ حتی کہ غزوہ احزاب میں سارے عرب کے مختلف قبائل مدینہ پر چڑھ آئے۔ مگر خدا کی قدرت سے سب کو منہ کی کھانی پڑی۔ نوعمر مقرر نے خندق کی کھدائی کے وقت حضورؐ کا پتھر سے چنگاریاں نکلنے سے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے مسلمانوں کے قبضہ میں آنے کی پیشگوئی کا ذکر کیا۔ اور فتح مکہ کے واقعہ کی مختصر طور پر تشریح کی۔ تقریر کے آخر میں اُس عظیم الشان روحانی انقلاب کی طرف اشارہ کیا جو صحابہ کرام کی زندگیوں میں آیا اور آپؐ کی مرض الموت کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح حضور نے اپنے آخری ایام میں خدا کے بندوں کو خدا کے آستانے پر جھکے ہوئے اُس کی یاد میں مشغول رہتے دیکھ کر دلی سرور حاصل کیا۔

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے رفاہ آرٹ پریس امرتسر سے چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان ـــــــ مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۵۸ء

رحمۃ للعالمین

حدیث شریف میں مروی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب اس دنیا کا آغاز فرمایا۔ تو عرش پر پہلے ہی یہ لکھ دیا گیا کہ رحمتی سبقت غضبی یعنی میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ گویا یہ اشارہ تھا اس طرف کہ اس کون و مکان کے معرضِ وجود میں لانے کا اصل مقصد خدا کی ابدی رحمت کا ظہور ہے۔ چنانچہ دنیا نے اسی رحمتِ خداوندی کا مشاہدہ کبھی آدمؑ کی شکل میں کیا اور کبھی نوحؑ اور ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ اور عیسیٰ علیہم السلام کے وجود میں اور کبھی اس رحمت کا جلوہ عرب سے باہر کی دنیا نے کرشن اور رامچندر جی زرتشت۔ کنفیوشس وغیرہم کے ذریعہ دیکھا۔ حتیٰ کہ یہ دنیا اپنی عمر کے پانچ ہزار سال پورے کر چکی اور چھٹے ہزار سال کا آغاز ہوا اور انسان اپنے ارتقائی منازل طے کرتا ہوا اس درجہ کمال کو پہونچ گیا۔ کہ انسانِ کامل کا ظہور ہو اور اس دنیا کے معرضِ وجود میں لانے کا مقصودِ حقیقی رحمت ابدی ظہورِ محمدیؐ اور بعثتِ نبویؐ کے رنگ میں جلوہ نگن ہو۔ چنانچہ جب یہ مبارک وقت آیا تو اس مقدس وجود کو اس خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا گیا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ
للعالمین

یعنی اے ہمارے رسول ہم نے تجھے تو سب جہانوں کے لئے مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے

اگرچہ اس آیت کریمہ پر نظر کرتے ہوئے حضورؐ کی بعثت کی بڑی غرض یہی نظر آتی ہے۔ کہ آپ تمام دنیا کو خدا کی رحمت ابدی سے بہرہ ور فرمائیں مگر اسباب سے بھی کسی کو انکار نہ ہوگا کہ نزول رحمت کے لئے سبب مقدم امر اُس چیز کا بجا۔ ئے خود پاکیزہ و صاف ہونا ہے۔ کیونکہ قدوس ذات کا تعلق تام مقدس وجود ہی سے ہونا ممکن ہے۔ یوں تو ہر شخص بقدرِ ظرف اس قدوس سے حصہ دار بن سکتا ہے بشرطیکہ اس کے لئے مجاہدہ کرے اور سعی اور کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے

اس لحاظ سے آپؐ کا اپنی بعثت کے بعد سب سے مقدم کام لوگوں کو اس درجہ پاک و صاف بنا دینا تھا کہ وہ خدا کی رحمت کے جذب کرنے کے قابل بن جائیں۔ مگر جس زمانہ میں آپ کی بعثت ہوئی۔ اس وقت ساری دنیا کی وہی حالت تھی جو افق مشرق سے نیر النہار کے طلوع سے قبل شدید ظلمت اور تاریک و تار رات کی ہوتی ہے اس زمانہ کی خستہ حالت کا نقشہ

" ظہر الفساد فی البر والبحر
بما کسبت ایدی الناس "

کے جامع الفاظ قرآنیہ میں کھینچ دیا گیا ہے۔ کہ خشکی اور تری سب جگہ لوگوں کی بد اعمالیوں کے فساد کا ایک ایسا تند سیلاب جاری تھا کہ کوئی خطۂ زمین اس سے محفوظ نہ رہا۔ ہر قوم کی پرانی تاریخ اس پر ہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ فی الحقیقت ہر قوم ہی یہ زمانہ بڑے ہی تنزل و ادبار اور حد درجہ بگاڑ کا تھا قطع نظر اس کے کہ کسی قوم کو وحی والہام کے آسمانی پانی سے کچھ حصہ زمانہ ماضی میں ملا تھا۔ ہر قوم اس زمانہ میں آبِ حیات سے قطعاً محروم تھی حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کی قوم جو خدا کے پیغام اور اس کی وحی کے سلسلہ میں نسبتاً قریب العہد تھے۔ اُن کے بارہ میں قرآن کریم جو انکشاف فرماتا ہے۔ وہ پُر حقیقت ہے جیسے فرمایا

ان کثیراً من الاحبار
والرھبان لیاکلون
اموال الناس بالباطل

کہ یہود کے علماء اور نصاریٰ کے عبادت گذاروں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ لوگوں کے اموال کو ناجائز طریقوں سے کھانے کے گویا عادی بن چکے ہیں۔ چنانچہ عیسائی اور یہودی محققین نے قرآن کریم کے اس بیان کی مختلف رنگوں میں تصدیق کی ہے۔ اور خصوصیت سے وہ ملک جس میں حضورؐ کی بعثت ہوئی اس کی اور بھی بُری حالت تھی۔ اور اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ وحشیانہ حالت کو پہنچا ہوا تھا۔ کوئی نظامِ انسانیت کا باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی اور گناہ اُن کی نظر میں گویا فخر کی جگہ تھے بظاہر تو انسان تھے مگر اُن کی عقلیں مسلوب تھیں نہ حیا تھی نہ شرم۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ بے علمی اس قدر تھی کہ اُمّی (یعنی اَن پڑھ) کہلانے میں گویا فخر محسوس کرتے ایسے وقت اور ایسی قوموں کی اصلاح کے لئے آپؐ مبعوث ہوئے تو سب سے پہلا کام حضورؐ کا یہی قرار پایا کہ ان کو اس ابتر حالت سے متنبہ کریں جس طرح کہ ایک ماہر ڈاکٹر کسی خطرناک بیماری میں مبتلا مریض کو اوّل بمنزلہ اُس کی بیماری کے عواقب سے متنبہ کرتا ہے۔ تا وہ اس کے علاج معالجہ کی طرف زیادہ توجہ دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا۔

تبارک الذی نزل الفرقان
علیٰ عبدہٖ لیکون
للعالمین نذیراً۔ (الفرقان ع۱)

وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا سب جہانوں کو اُن کی بدیوں اور بد اعمالیوں سے متنبہ کرے۔

الغرض اس انذار بلیغ کے ساتھ آپؐ نے اُنہیں سچے خدا کی طرف دعوت دی۔ اور اُنہیں انسانیت کے درجہ کی قدر و منزلت پہچاننے کی طرف متوجہ کیا اور جیسا کہ خدا نے آپؐ کو فرمایا آپؐ نے سب باتیں اُن تک پہنچا دیں کہ

ومن کل شیٍٔ خلقنا زوجین
لعلکم تذکرون ففروا
الی اللہ انی لکم منہ نذیرٌ
مبین۔

یعنی دنیا کی ہر چیز اپنے جوڑے کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ اور انسانی روح کے قرار اور اُس کی تسکین کا اصل ذریعہ وصالِ حبیب ہے۔ اس لئے میں تمہیں اسباب کی طرف متنبہ کرتے ہوئے یہی تلقین کرتا ہوں پس تم اُس کی طرف بھاگو اور اپنا تعلق اُس کی ذات سے استوار کر لو۔ اور یاد رکھو کہ خدا نے انسان کو اپنا عبد بننے کے لئے پیدا کیا۔ اس بات کو کبھی نہ بھولو۔

خدا کے بندوں کو خدا کی طرف دعوت دیتے ہوئے آپؐ نے رستے سے اُس بارِ گراں کو بھی نہایت عمدگی سے ہٹا دیا جو ہر قسم کے معاصی اور گناہوں میں ملوث ہونے والے بندوں میں مایوسی کے رنگ میں حائل نظر آتا ہے۔ یعنی بسا اوقات ایک انسان اپنی بد اعمالیوں اور کوتاہیوں پر نظر کرتے ہوئے ایک گونہ مایوس ہو جاتا ہے کہ ایسے بُعد و بے عملی کی صورت میں میں کیونکر بخشا جا سکتا ہوں مگر خدا تعالیٰ کی مجسم رحمت نے اس کی یاس و قنوط کی حالت کو یکسر بدل دیا اور یہ مژدہ جانفزا سنایا:۔

قل یٰعبادی الذین
اسرفوا علیٰ انفسھم
لاتقنطوا من رحمۃ اللہ
ان اللہ یغفر الذنوب
جمیعاً

کہ اے میرے رسول میرے اُن بندوں کو کہہ دو جو طرح طرح کے معاصی میں مبتلا ہو کر اپنے نفسوں پر بڑا ہی ظلم کر چکے ہیں اُنہیں میری رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں وہ یقین رکھیں کہ اُن کی طرف سے توبہ کی صورت میں خدا تو سب ہی گناہوں کو بخش سکتا ہے۔

اس صورت میں پُر معاصی بندے کی ہمت بندھی اور وہ تلافیٔ مافات کے لئے آگے بڑھا۔

آپؐ نے فرمایا کہ میں تو دنیا میں اچھے اور پسندیدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں اور انہیں کے ساتھ انسانیت کا درجہ بلند ہو سکتا ہے۔ اور ایک انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کیا جا سکتا ہے۔ پس تم اپنی وحشیانہ حالتوں کو بدل دو اور میرے رنگ میں رنگین ہو کر میرے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر خدا کے دربار کی طرف قدم بڑھاؤ۔ جب تمہارے اپنے نفس پاک ہو جائیں گے اور تم پسندیدہ اخلاق سے آراستہ ہو جاؤ گے تو خدا کے حضور قبول کئے جانے کے لائق ٹھہرو گے۔

نہ صرف یہ بلکہ آپؐ نے اپنی پاک صحبت سے اُن کے نفوس کا ایسا تزکیہ کیا اور کتاب حکمت کے وہ اصول سکھائے کہ جس سے اُن کی حالت یکسر بدل گئی۔ حتیٰ کہ دن رات شراب کے نشہ میں چور رہنے والے لوگ خدا کی محبت کے متوالے بن گئے۔ انسانیت سوز افعال کے عادی انسانیت کی لاج رکھنے والے قرار پا گئے۔ بھیڑ بکریاں چرانے والے ایک دنیا کے معلم و ہادی بن گئے۔ دنیا میں یہ عظیم الشان انقلاب اس خدا کی ابدی رحمت کے ظہور پذیر ہونے کے نتیجہ میں ہوا جس کے لئے اس نے دنیا کو وجود بخشا تھا۔ انسان خدا سے بہت دور جا چکا تھا۔ آپ ہی کے ذریعہ اسے صحیح رستہ ملا اور کہہ دیا گیا کہ

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ

کہ اگر تم خدا کے محبوب اور پیارے بننا چاہتے ہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ میرے قدم بقدم چلو اور میرے بتائے طریق پر عمل کرو۔ اسی طرح وحشی لوگ پہلے انسان بنے پھر انسان سے با اخلاق اور پھر با اخلاق سے باخدا انسان بن گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایسے چمکے کہ آسمان کے ستارے قرار پائے ان کو اس خطاب سے نوازا گیا کہ

اصحابی کالنجوم بایھم
اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں اُن میں سے جس کی تم اقتداء کرو گے تم ہدایت پا جاؤ گے

یہ تھا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وہ جلوہ جو اُس نے اپنے پاک بندے سید کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ساری دنیا کو دکھایا۔ چونکہ آپؐ ایک زندہ رسول ہیں اور آپؐ کا فیضان قیامت تک جاری ہے اس لئے خدا کی رحمت کا یہ سلسلہ بھی کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ جس طرح پہلوں نے آپؐ کی برکات سے حصہ لیا آخری لوگ بھی اسی طرح برکات پائیں گے۔ چنانچہ اسی وعدہ کے موافق اس زمانہ میں آپؐ کے بروز کامل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی اس دوام رحمت کا جلوہ ہمارے زمانہ میں ظاہر ہوا۔ اور ایک دنیا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے لگائے گئے باغ سے پھل کھائے جن میں ابدی زندگی اور روح کی پاکیزگی کے سامان مکمل طور پر موجود ہیں۔ اللّٰھم

خطبہ جمعہ

ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف توجہ رکھیں اور اسی سے مدد مانگیں

اگر ہم دن میں بار بار "اللہ اکبر" کا اقرار کرنے کے بعد بھی کسی اور کی طرف جھکیں تو یہ ہماری بڑی بدقسمتی ہوگی

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ذرا سا بھی جلوہ نظر آجاتا ہے وہ بجز خدا کے اور کسی پر توکل نہیں کرتے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۳۱ را کتوبر بمقام ربوہ۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
اللہ تعالیٰ نے

مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے

اسلام میں اتنا سامان پیدا کر دیا ہے کہ اگر مسلمان بقدر اسلامی غور کریں تو انہیں معلوم ہو کہ ان کا رستہ اتنا واضح اور نمایاں ہے کہ نصف النہار میں بھی کوئی بڑی سے بڑی سڑک اتنی نمایاں نہیں ہوتی۔ مثلاً ابھی اذان ہوئی ہے۔ یہ ہر روز پانچ وقت نماز دن میں ہوتی ہے اور پھر پانچوں وقت ان لوگوں کے لئے جو مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ امام کی آواز ہوتی ہے یا مکبّر کی آواز ہوتی ہے۔ اور ان میں قدر مشترک اور اہم چیز اللہ اکبر ہی ہے۔ یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو یہ الفاظ آئے ہیں۔ اگر مسلمان ان پر غور کرتے تو ان کی تمام مشکلات حل ہو جاتیں۔ یہ ساری خرابی اسی بات سے پیدا ہوتی ہے کہ لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے

لیکن عملی طور پر اور بہت سے لوگ ان کے ذہن میں ہوتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو اپنے آپ کو ہی وہ سب سے بڑا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ کہیں کوئی بات ہو تو بجائے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کے وہ بڑے جوش سے کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ میں ایسا کروں گا۔ میں ایسا کر دوں گا۔ حالانکہ اس "میں" کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی۔ ایک دم میں ہارٹ فیل ہو جاتے تو "میں" وہیں ختم ہو جاتی ہے۔ مگر نہ وہ مسجد کی پانچ وقت کی نمازوں میں اللہ اکبر کی کوئی قدر کرتے ہیں۔ نہ جمعہ کی نماز جو سارے شہر کے لئے ہوتی ہے۔ اس کی

اللہ اکبر کی کوئی قدر کرتے ہیں

اور نہ امام کے اللہ اکبر کہنے کی کوئی پرواہ کرتے ہیں۔ حالانکہ امام فرائض کی ۱۷ رکعتوں میں نماز شروع کرتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہے۔ اور پھر ۱۷ رکعتوں میں وہ ہر رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہے۔ پھر ہر سجدہ میں جاتے اور اس سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہے۔ گویا وہ ان میں ڈیڑھ سو تیس دفعہ اللہ اکبر کی آواز سنتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ عملی طور پر دوسرے انسانوں کو اس سے بڑا سمجھتا ہے۔
ایک دفعہ

قاضی اکمل صاحب کے والد

مولوی امام الدین صاحب مرحوم جو صوفی مزاج انسان تھے اور احمدیت سے پہلے بعض اور پیروں کی بیعت کر چکے تھے۔ انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ ہمارے پیر صاحب یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے خدا تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل ہے کہ میں عرش پر سجدہ کرتا ہوں۔ مگر احمدیت میں مجھے یہ نظارہ نظر نہیں آیا۔ میں نے ان کو کئی جواب دیئے مگر ان کی تسلی نہ ہوئی۔ آخر ایک دن میں نے ان سے کہا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی انسان پر ظاہر ہو جائے۔ اور وہ اسی کو اپنا حقیقی کارساز سمجھنے لگ جائے۔ کہنے لگے ہاں۔ میں نے کہا۔ آپ جانتے ہیں حضرت صاحب کو

خدا تعالیٰ پر کتنا توکل تھا

بغیر اس کے کہ کوئی ظاہری سامان آپ کے پاس ہوتا سینکڑوں مہمان روزانہ آپ کے پاس آتے۔ اور ان تمام کے اخراجات اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں پورے کر دیتا کیونکہ اس کا وعدہ تھا کہ

ینصرک رجال نوحی
الیہم من السماء (تذکرہ ص۵۰)

تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کو ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ گویا صرف انہی کو وحی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ ہر شخص جو آپ کو روپیہ دیتا تھا اس کو بھی وحی ہوتی تھی۔ اب آپ بتایئے کہ جن پیر صاحب کی آپ نے بیعت کی تھی کیا ان کی بھی یہی حالت تھی۔ کیا ان کے اندر بھی خدا تعالیٰ پر

اس قسم کا توکّل

پایا جاتا تھا۔ جیسے حضرت مرزا صاحب میں پایا جاتا تھا۔ وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے آج یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔ کیونکہ میرا جو پیر تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں عرش پر سجدہ کرتا ہوں۔ اس کی یہ حالت تھی۔ کہ جب غلہ نکلنے کا وقت آتا۔ تو مریدوں کے کھیت میں جا بیٹھتا۔ کہ میرا حصہ مجھے دو۔ میں نے کہا بتایئے کہ کبھی مرزا صاحب بھی کسی مرید کے کھیت پر گئے تھے۔ کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا۔ منہ سے کہہ دینا کہ میں عرش پر جا کر سجدہ کرتا ہوں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کہنے کو تو وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہوں لیکن

اصل سوال عمل کا ہے

مرزا صاحب سارا دن اندر بیٹھے رہتے تھے اور مقررہ اوقات پر باہر تشریف لاتے تھے ملاقات کرنے والے جن میں بعض دفعہ بڑے بڑے امراء بھی ہوتے تھے وہ دو دن تک دروازہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ کیا آپ کے پیر کی بھی یہی حالت تھی۔ اگر یہی حالت تھی تب تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ واقعہ میں انہوں نے خدا تعالیٰ کی بڑائی دیکھ لی تھی۔ واقعہ میں وہ عرش پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ لیکن اگر ان میں زمین پر سجدہ کرنے والوں کے برابر بھی توکل نہیں تھا تو

عرش پر سجدہ کرنے والے

کیسے بن گئے۔ پھر میں نے کہا۔ دیکھئے حضرت صاحب کے پہلے خلیفہ حضرت مولوی نورالدین صاحب تھے۔ اور اب میں خلیفہ ثانی ہوں۔ لیکن

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ

نے کبھی کسی سے کچھ مانگا اور نہ میں کسی سے سوال کرتا ہوں۔ کئی لوگ میرے پاس آ کر اصرار بھی کرتے ہیں۔ کہ آپ ہم کو اپنی ضرورت بتا دیں ہم اس کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن میں ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ تم جو کچھ دے جاؤ۔ اپنی خوشی سے دے جاؤ۔ مگر میرا یہ کہنا کہ میری فلاں ضرورت ہے اس کو پورا کر دو۔ تو چاہے تمہارے کہنے پر ہی میں ایسا کہوں۔ بہرحال یہ سوال ہی ہوگا۔ اور میں سوالی نہیں بننا چاہتا۔

کلکتہ کے ایک دوست تھے

وہ اب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں اور خوب چندہ دیتے ہیں۔ اُن کی بیوی بھی مخلص ہے۔ ان کا موٹروں کا کارخانہ تھا۔ ایک دفعہ کہنے لگے جب کسی موٹر کے پرزہ کی ضرورت پیش آجائے۔ تو آپ ہمیں حکم دے دیا کریں۔ میں نے کہا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ آپ کوئی چیز بھیج دیں۔ تو بھیج دیں۔ اگر ہمارے کام کی ہوگی تو استعمال کر لیں گے ورنہ پھینک دیں گے۔ لیکن میں خود نہیں بتاؤں گا کہ مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ ایک دفعہ وہ اس بات پر کچھ خفا بھی ہوگئے۔ لیکن میں نے ان کے اصرار کے باوجود کبھی اپنی ضرورت نہیں بتائی۔ اب تو وہ کوئی اور کام کرتے ہیں۔ مگر چندہ دینے میں وہ بہت مخلص ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جن لوگوں کو ذرا بھی خدا تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے وہ ایسے متوکل ہو جاتے ہیں کہ ان کو کسی چیز کی پرواہ ہی نہیں رہتی وہ دنیا کے لوگوں کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ دنیا کے لوگ ان کے محتاج ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اللہ اکبر کا رستہ دکھایا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ورنہ اگر

خدا سب سے بڑا ہے

تو دنیا کی حکومتیں بھی تو اس سے نیچے ہوئیں آخر سب سے بڑے کے یہ معنے تو نہیں کہ وہ فلانی جلیبی سے بڑا ہے۔ سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں نانبائی سے بڑا ہے۔ سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں نائی سے بڑا ہے۔ سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں زمیندار سے بڑا ہے سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں تحصیلدار سے بڑا ہے سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں ڈپٹی کمشنر سے بڑا ہے۔ سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں گورنر سے بڑا ہے۔ سب سے بڑے کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ فلاں گورنر جنرل سے بڑا ہے سب سے بڑے کے معنوں میں ساری دنیا کی حکومتیں بھی شامل ہیں۔ اور جب انسان اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ ساری دنیا کی حکومتوں سے بڑا ہے۔ پھر لوگ کس طرح منتیں کرتے ہیں کہ ہماری سفارش کر دو۔ لیکن اگر وہ خدا کو بڑا سمجھیں تو یہ بات کیوں پیدا ہو۔

مجھے یاد ہے

ہمارے ایک بہت مخلص دوست تھے۔ جو ڈاکٹر تھے۔ ان پر قیام پاکستان سے پہلے ایک دفعہ کوئی کیس چل پڑا وہ رشوۃ کے الزام میں پکڑے گئے اور کہنے لگے میں تو سمجھتا ہوں کہ خلیفۃ المسیح کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ فوراً گورنر سے

اس جائیں۔ اور ان کے سامنے میرے حالات بیان کریں۔ میں نے کہا میں الہیو خلافت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جن کا کام یہ ہو۔ کہ تمہارے لئے گورنر کے دروازہ پر جائیں۔ خیر لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ اور انہوں نے مجھ سے معافی مانگی۔ کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ وہ پاکستان کے قیام تک زندہ تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد فوت ہوئے ہیں۔ تو یہ چیز اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہمیں عطا ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ دیکھو میں سب سے بڑا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے یا تم کسی مشکل میں گرفتار ہو جاؤ۔ تو

تم میری طرف آؤ

میں تمہاری ہر ضرورت پوری کر سکتا ہوں اور تمہاری ہر مصیبت کو دور کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جنگ کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ جب آپؐ واپس آئے تو ایک شخص جس کا بھائی مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ آپ کے پیچھے پیچھے آیا تا کہ اسے کوئی موقعہ ملے تو آپؐ کو قتل کر دے۔ لیکن مدینہ تک اسے کوئی موقعہ نہ ملا۔ جب مدینہ کے قریب آکر فوج منتشر ہو گئی اور لوگ آرام کرنے یا کھانا پکانے کے لئے ادھر ادھر پھیل گئے تو آپؐ بھی ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور تلوار درخت سے لٹکا دی جب آپؐ لیٹ گئے۔ تو وہی شخص آیا۔ اور اس نے آپؐ کی تلوار اٹھا لی اور آپؐ کو جگا کر کہا کہ بتائیں اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

نے اسی طرح لیٹے لیٹے نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ فرمایا۔ "اللہ" اس پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فوراً وہی تلوار پکڑ لی اور کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔ اب تم بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے کہنے لگا آپ ہی رحم کریں تو کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کمبخت میرے منہ سے "اللہ" [illegible] تیرے منہ سے "اللہ" کا لفظ نہ نکلا۔ میں نے "اللہ" کہا تھا۔ تو بھی اللہ کہہ دیتا۔ وہ کہنے لگا یہ طاقت آپ ہی کی تھی۔ میرے منہ سے تو "اللہ" کا لفظ نہیں نکلتا۔ میں تو یہی کہتا ہوں کہ آپ ہی اگر چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپؐ نے اسے چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں کسی انسان کی کوئی طاقت [illegible] سب سے بڑا وہی ہے۔ اور ہمیں ہمیشہ

اسی کے سامنے جھکنا چاہیئے

اور اسی سے [illegible] کی پیشانی [illegible] عاری ہو رکھنی ہے۔ تمام حکومتیں۔ تمام بادشاہتیں۔ تمام کارخانے تمام تجارتیں تمام حرفتیں تمام بڑے بڑے [illegible] اللہ [illegible] المعروف

یہیں ہیں۔ ہر ایک جاندار کی جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے زندہ رکھے اور جس کو چاہے مار دے۔ کسی انسان کی طاقت نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ گزشتہ فسادات کے دنوں میں ہی اللہ تعالےٰ نے ہمارے سلسلہ کی جس رنگ میں تائید فرمائی (جس کی تفصیل بعض پہلے خطبات میں بیان کی جا چکی ہے) اسی کو دیکھتے ہوئے

کون شخص اس امر سے انکار کر سکتا ہے

کہ تمام طاقتیں اور قدرتیں اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہی ہیں۔ اور وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ لیکن اگر باوجود اس کے کہ ۳۰ دفعہ اذانوں میں اور قریباً ۲-۱ دفعہ نمازوں میں کہا جاتا ہے کہ "اللہ" سب سے بڑا ہے۔ پھر بھی ہم اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی اور کے دروازہ پر جائیں تو یہ ہماری کتنی بڑی بد قسمتی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم اتنے احمق ہیں۔ کہ باوجود اس کے کہ بڑے بڑے معتبر آدمی ہمیں بتا دیتے ہیں کہ اس کھانے میں زہر ہے پھر بھی ہم اس کھانے کو کھا لیتے ہیں۔ ایسے آدمی پر کوئی بھی رحم نہیں کرے گا۔ جس آدمی کو بڑے بڑے معتبر آدمی کہیں کہ ہم نے فلاں آدمی کو اپنی آنکھوں سے اس کھانے میں زہر ملاتے دیکھا ہے اور پھر وہ کھانا کھا لے۔ تو

اس کے معنے یہ ہیں

کہ وہ بڑا ہی احمق ہے۔ وہ اگر مر جائے گا تو کوئی بھی اس پر رحم نہیں کرے گا۔ سب لوگ یہی کہیں گے کہ اس شخص کا علاج یہی تھا۔ یہی حال ہمارا ہو گا کہ ہم اللہ اکبر اللہ اکبر سنتے ہیں اور پھر بھی دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کو بھول جاتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالےٰ کی طرف ہی توجہ رکھیں اور اسی سے مدد مانگیں۔ (الفضل ۱۱/۲۱)

قادیان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ

(بقیہ صفحہ نمبر ۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلاموں اور عورتوں سے سلوک

چوتھی تقریر مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا غلاموں اور عورتوں سے حسن سلوک کے عنوان پر کی پہلے نمبر پر آپ نے اس زمانہ میں عورتوں اور غلاموں کی حق تلفی کس بیدردی اور ان پر توڑے جا رہے سوسائیٹی کے مظالم کا مفصل ذکر کیا۔ فاضل مقرر نے فرمایا ایسی پست حالت سے اٹھا کر آپؐ نے ان دونوں طبقوں کو اعلےٰ پوزیشن پر فائز کر دیا۔ آپؐ نے عورت کو خاندان کا ایک باعزت فرد قرار دے کر اس کی عزت و احترام کو قائم کیا۔ عورت کو مرد کا لباس قرار دے کر اس کی شان کو بلند کر دیا۔ ماں کے قدموں میں جنت بتا کر والدین کی توقیر و عظمت ذہن نشین کرائی۔ اس سلسلہ میں خیرکم خیرکم لاھلہ اور ولھن مثل الذی علیھن کی بھی تشریح کی۔

غلاموں پر حضورؐ کے احسانات کے تذکرہ میں آپ نے بتایا کہ اس زمانہ میں لاکھوں غلام تھے جن کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے۔ حیوانوں کی طرح بیچے جاتے اور طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنائے جاتے۔ آپؐ نے ان کے حقوق دلائے ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی۔ ان کی آزادی کے لئے متعدد ایسی صورتیں نکالیں جن سے وہ سوسائیٹی کے معزز فرد بن گئے۔

تقریر کے بعد عزیز جلال الدین مالاباری متعلم مدرسہ احمدیہ نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نعت نبوی کے بارہ میں منظوم کلام ترنم سے سنایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

پانچویں نمبر پر محترم جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر ایک عالمانہ تقریر فرمائی۔ سب سے پہلے آپ نے اس مبارک موقعہ پر بکثرت درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی اور بتایا کہ درود شریف خدا تعالےٰ کے بے شمار فضلوں اور رحمتوں کے جذب کرنے کا موجب ہے اس لئے اس کا التزام ضروری ہے۔

محترم حکیم صاحب نے تخلقوا باخلاق اللہ اور انک لعلیٰ خلق عظیم کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ خدا تعالےٰ ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا اس لئے آپؐ کو اس بارہ میں تمام دنیا کے لئے اسوہ حسنہ بنایا گیا ہے۔ اور اس طرح سب کو حضورؐ کے اخلاق فاضلہ کی اتباع کی تلقین کی گئی ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے جناب حکیم صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی کلام سے نعت نبوی کے بیش قیمت نکات بیان فرمائے۔ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کا تجزیہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کا بہترین نمونہ ہونا بیان کیا۔ جملہ سامعین کو حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنانے اور اس پر عملدرآمد کرنے کی تلقین کی۔

ایک اور تقریر

مکرم حکیم صاحب کی تقریر کے بعد مکرم سید محمد شریف صاحب سیالکوٹی نے ایک پرخلوص تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی والہانہ محبت کا ثبوت دیا اور بالآخر جملہ درویشان کو نماز باجماعت تہجد میں خصوصی دعاؤں کی تلقین کی ضمناً آپ نے خواجہ معین الدین صاحب چشتی رحؒ کی ملک ہند میں قابل تقلید خدمات دینیہ اور کرامات کا مختصر ذکر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ایک حاکم کی صورت میں

آخری تقریر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاکم ہونے کی حالت میں اسوہ حسنہ ہونے کے پہلو کا بیان کیا۔ آپ نے بتایا کہ حاکم ہونے کی حالت میں بھی آپؐ نے ایک اعلےٰ نمونہ قائم کیا جبکہ حاکم ہونے کے تمام فرائض کو باحسن وجوہ سرانجام دیا۔ چنانچہ جس عدل و انصاف سے آپؐ نے حکومت کو چلایا وہ بے نظیر ہے۔ اس سلسلہ میں محترم صاحبزادہ صاحب نے جنگ بدر میں حضرت عباس کے قیدی بن کر آنے اور مسجد نبوی میں دیگر قیدیوں کے ساتھ رسیوں سے باندھے جانے میں ان کی طرف سے آپؐ کے بندھن ڈھیلے کر دیئے آپ کو خبر ملنے پر آپؐ کا فرمانا کہ یا تو سب کے بندھن ڈھیلے کئے جائیں یا عباس کے بھی کس دیئے جائیں کا سارا واقعہ تفصیل سے بیان کیا۔ اسی طرح ابو العاص کے فدیہ کے موقعہ پر حضرت زینب بنت رسول اللہ کے ہار کا واقعہ۔ اور صحابہ کرام سے ان کے واپس دیئے جانے کی خواہش کا تذکرہ فرمایا (۲) ایک قبیلہ کی معزز عورت کے چوری کرنے کے واقعہ اور حضورؐ کے فرمان کہ اگر فاطمہ بنت محمدؐ چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اسی طرح حضورؐ کی رواداری تحمل مزاجی غرباء کے حقوق کی (۳) نگہداشت چشم پوشی کی عمدہ عادت پر دلنشیں پیرایہ میں روشنی ڈالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ کی تشریح کی۔ اس طرح حضورؐ کی امانت دیانت بیدار مغزی دشمن کی ہر حرکت پر نگاہ رکھنے اور دور اندیشی کے واقعات سنائے۔

آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی منظوم کلام سے چیدہ چیدہ حصے سنائے اور ان کی تشریح کی

اختتام جلسہ

آخر میں پروگرام کے اختتام پر محترم صدر صاحب جلسہ نے حاضرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی اور درویشوں کو تبلیغ کے لئے حسب حالات کچھ ایام تبلیغ کے لئے وقف کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ بعدہٗ اجتماعی دعا کے ساتھ یہ جلسہ پورے ایک بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

روحانی زندگی کے قیام کے لئے بھی مسلسل قربانیوں کی ضرورت ہے

تحریک جدید کے نئے سال کا اجراء

سیدنا حضرت اقدس امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تحریک جدید کے نئے مالی سال (دفتر اول سال ۲۵۔ دفتر دوم سال پندرہواں) کے اجراء کا اعلان فرما چکے ہیں۔ اور مخلصین جماعت کی طرف سے اس تحریک میں وعدوں کی اطلاعات بھی آنی شروع ہو گئی ہیں۔

اگر احباب جماعت اس الٰہی تحریک کے تاریخی پس منظر اور اس کے نتائج پر غور فرمادیں۔ تو احباب کو معلوم ہو جائے گا کہ اس تحریک کا اعلان حضرت اقدس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سنہ ۱۹۳۴ء میں ایسے حالات میں فرمایا تھا۔ جبکہ جماعت کی مخالفت انتہائی درجہ پر پہنچی اور احراری لیڈروں نے قادیان میں تبلیغی کانفرنس کے نام پر مخالفت کا ایک طوفان برپا کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ وہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ اور نعوذ باللہ جماعت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کے موعود خلیفہ نے جماعت کو قربانی کے میدان میں اترنے اور اپنی جدوجہد کو تیز کرنے کے لئے تحریک جدید کا اجراء فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ساتھ ہی یہ بھی اعلان فرما دیا کہ اگر مخلصین جماعت نے قربانی میں اپنے قدم آگے بڑھایا۔ اور پائے ہمت و استقلال میں لغزش نہ آنے دی۔ تو انشاء اللہ۔ جماعت کے لئے بے شمار ترقیوں کے راستے کھولے جائیں گے۔ اور مخالفین کی کوششیں ہماری ترقیات کے راستے میں ہرگز کوئی روک پیدا نہ کر سکیں گی۔ چنانچہ مخلصین جماعت نے حضور کی اس تحریک پر عملی طور پر لبیک کہا۔ اور جماعت نے خدا تعالیٰ کے فضلوں سے وافر حصہ پایا۔ اور ہر جہت سے اللہ تعالیٰ نے اسے ترقیات عطا فرمائیں۔

ابتداء میں یہ تحریک صرف تین سالوں تک کے لئے تھی۔ پھر اسے دس سالوں تک پھیلا دیا گیا۔ اور دس سالوں کا دور اول ختم ہونے کے بعد اس نہایت ہی بابرکت تحریک کو مزید نو سالوں تک بڑھا دیا گیا۔ اور ابتدائی سال کے مطالبہ ساڑھے ستائیس ہزار کے مقابل پر انیسویں سال تحریک جدید کی آمد ساڑھے چار لاکھ روپے تک جا پہنچی۔ انیس سال کے دور اول کے ختم ہونے پر اس الٰہی تحریک کے عظیم الشان نتائج بیرونی ممالک میں تبلیغ اور مشنوں کے قیام۔ تراجم قرآن مجید اور تعمیر مساجد کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت تحریک کو آئندہ مستقل طور پر جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ اور اب تحریک جدید کے دور اول کا پچیسواں [25] سال اور دفتر دوم کا پندرھواں سال شروع ہو چکا ہے۔

تمام دنیا میں اسلام کے غلبہ اور عظمت کو قائم کرنے کے لئے غیر معمولی کوششوں اور مسلسل قربانیوں اور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اسی ضمن میں سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے بعض ارشادات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ ۔۔۔

"کئی نادان سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے پہلے بہت سی قربانیاں کر دی ہیں۔ وہی ہمارے لئے کافی ہیں۔ ہمیں آئندہ کے لئے قربانیاں کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ وہ ہر روز کھانا کھاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ کل پرسوں یا اترسوں کا کھایا ہوا کھانا ہمارے لئے کافی ہوگا ۔۔۔۔ ۔۔۔ جس طرح کل کا کھایا ہوا اس کے آج کام نہیں آ سکتا اسی طرح پچھلی قربانیاں انسان کو آئندہ کے لئے مستغنی نہیں کر سکتیں۔ بلکہ روحانی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیشہ نئی قربانیوں کی ضرورت رہتی ہے۔ ۔۔۔۔۔۔ مومن کبھی بھی اپنی پچھلی قربانیوں کی وجہ سے مطمئن نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنے ایمان کی زیادتی کے لئے قربانیوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک جان ایمان کی حالت میں عزرائیل کے سپرد نہ کر دی جائے۔ اس سے پہلے کسی شخص کا مطمئن ہو جانا عدم ۔۔۔ کی حماقت ہے ۔۔۔۔۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ تو ہم یقیناً خوش قسمت ہیں۔ لیکن اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے نفسوں پر اپنے ماں باپ پر اور اپنی اولادوں پر ترجیح نہیں دیتے۔ تو ہم جیسا بدقسمت روئے زمین پر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور ہمیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیئے۔ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوریوں کو دیکھ کر ۱/۳ حصہ سے ۔۔۔ سے زیادہ وصیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ گویا ۲/۳ حصہ ہمارے لئے رکھا۔ اور ۱/۳ حصہ اپنے لئے۔ مگر کتنے ہیں جو اس حصہ کو بھی دینے کے لئے تیار ہیں ۔۔۔۔۔۔

ہر وہ شخص جو اس رستہ پر چلنا نہیں چاہتا اور کامیابی کو اس راستے سے حاصل نہیں کرنا چاہتا وہ دشمن ہے احمدیت کا۔ وہ دشمن ہے احمدیت کی ترقیات کا۔ ہمارے لئے پہلی قوموں کی مثالیں موجود ہیں۔ رسول کریم صلعم کے صحابہ کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی۔ کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں بے دریغ جان و مال کی قربانی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی بے دریغ قربانی کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو کامیابی حاصل ہوئی۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال کی بے دریغ قربانی کی۔ کرشن اور زرتشت کی جماعتوں کو اس لئے کامیابی حاصل ہوئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ قربانی کی۔ ہمیں کوئی مثال ایسی نظر نہیں آتی۔ کہ بغیر جانی و مالی قربانیوں کے کسی قوم کو کامیابی حاصل ہوئی ہو ۔۔۔۔۔۔۔ انسان کو ایک قربانی کے نتیجہ میں دوسری قربانی کی توفیق ملتی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کی موجودہ قربانیاں آئندہ قربانیوں کا راستہ کھولنے والی ہوں گی۔ اور جس کے دل میں آئندہ قربانیوں کے لئے انقباض پیدا ہو۔ اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قربانی کو قبول کر لیا ہے۔ اور آئندہ قربانیوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ اسے توفیق عطا فرمائے گا۔ لیکن جس شخص کے دل میں آئندہ قربانیوں کے لئے انقباض پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو تھکا ہوا پاتا ہے اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کی نیت کی خرابی کی وجہ سے یا کسی گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی قربانیوں کو قبول نہیں کیا۔ اور اس کی قربانیاں ضائع ہو گئی ہیں۔ کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اچھا بیج بویا جائے۔ اور وہ اچھا پھل نہ لائے۔ اگر کسی شخص کو ان قربانیوں کے نتیجہ میں مزید چندے دینے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مزید تکلیفیں برداشت کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔ تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے۔ جو اس کے قربانی کے بیج کو جس نے پھل دینا تھا بہا کر لے گیا ہے۔ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کے حضور بہت توبہ اور استغفار کرنا چاہیئے۔ اور بہت دعائیں کرنی چاہئیں تا اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔ اور اسے مزید قربانیوں کی توفیق عطا کرے ۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ آخر ہر شخص نے مرنا ہے۔ اور مرتے وقت کوئی آدمی بھی مال اپنے ساتھ نہیں لے جائے گا۔ جن چیزوں کی دنیا میں قدر ہوتی ہے وہ راحت آرام اچھا کھانا پینا اور پہننا ہے۔ یہ چیزیں ایک عرصہ کے بعد انسان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر جو افراد اپنی قوم کی زندگی کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ ان کے نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتے ہیں۔ پس یاد رکھو! یہ اموال ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ اور یہ ترقیاں بھی ہمیشہ نہیں رہیں گی۔ یہ تنگیاں ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی بلکہ ہمارے چندے اور ہماری قربانیاں ہمارے ساتھ جائیں گی۔ یہاں کا کھایا ہوا ہمارے کام نہیں آئیگا بلکہ جو خدا کے راستہ میں خرچ کیا ہوگا وہی ہمارے کام آئیگا۔ پس ابدی اور دائمی زندگی کے لئے آگے بڑھو۔"

سیدنا حضرت اقدس کے مندرجہ بالا ارشادات کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قربانی کے میدان میں اپنے ہر قدم کو پہلے سے آگے بڑھائیں تا اس روحانی نظام نو جس کی بنیاد سنہ ۱۹۰۵ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الوصیت [illegible] کے ذریعہ

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جماعت احمدیہ امریکہ کی گیارھویں کامیاب سالانہ کنونشن

امریکہ کے اطراف وجوانب سے دو سو پچیس ۲۲۵ احباب کی شرکت

اسلام کی صداقت پر نومسلم احباب کی تقاریر

(از مکرم سید جوّاد علی صاحب بی۔ اے سیکرٹری امریکہ مشن)

خداتعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ امسال جماعت احمدیہ امریکہ کی سالانہ کنونشن پٹس برگ (پنسلوینیا) میں بتاریخ ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ اگست ۱۹۵۸ء منعقد ہوئی۔ اس سے پیشتر ہمارا یہ اجتماع صرف دو دن کے لئے ہوا کرتا تھا۔ مگر احباب کو وقت کم ہونے کی شکایت رہتی تھی۔ چنانچہ اس دفعہ یہ کنونشن تین روز منعقد کی گئی تا کہ جماعتی ترقی کے لئے مختلف تجاویز پر احسن طور پر غور کر کے مناسب فیصلوں پر پہنچا جا سکے۔

ہمارا یہ اجتماع ۲۹ اگست بعد نماز جمعہ شروع ہوا۔ اس اجلاس کی حاضری صرف ان احباب تک محدود تھی جو اپنے اپنے مشن کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔ عام پبلک کے لئے دوسرے دن اجلاس رکھا گیا تھا۔ ان نمائندوں کی موجودگی میں جلسہ کی کارروائی قرآن کریم کی تلاوت سے شروع ہوئی۔ اور تبلیغی، تعلیمی، مالی اور اقتصادی معاملات پر باری باری غور کیا گیا۔ اجلاس کی صدارت ڈاکٹر خلیل احمد صاحب ناصر انچارج امریکہ مشن نے فرمائی۔ یہ اجلاس ۵ گھنٹے تک جاری رہا۔ بعد ازاں اس اجلاس کو مختلف سب کمیٹیوں میں تقسیم کر دیا گیا جو مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) تبلیغی کمیٹی (۲) مالی کمیٹی (۳) تعلیمی کمیٹی (۴) اقتصادی کمیٹی۔

مندرجہ بالا چاروں کمیٹیوں کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ زیر بحث امور کو مدنظر رکھ کر اور حاصل شدہ معلومات سے نتائج اخذ کر کے ہر کمیٹی ایک معین سکیم بنائے۔ جس کو باقاعدہ طور پر کنونشن میں پیش کیا جا سکے۔ ہر کمیٹی چار ممبران پر مشتمل تھی۔ جس کی صدارت ایک ایک مبلغ کر رہے تھے۔ ان کمیٹیوں کے انعقاد کے بعد امریکہ مشن کی بجٹ کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔ اس کے لئے دو مقامی ممبران یعنی (۱) برادر عبدالحفیظ صاحب آف پٹس برگ اور (۲) برادر ابوالفضل صاحب آف کلیولینڈ کا انتخاب ہوا۔ یہ دونوں ممبران مرکز کی طرف سے مقرر کردہ تین ممبران کے ساتھ مل کر مالی معاملات کی نگرانی کریں گے۔

کنونشن کے پہلے دن کا اجلاس شام کے چھ بجے ختم ہو گیا۔ نماز اور کھانے کے بعد تجویز شدہ کمیٹیوں کے اجلاس شروع ہوئے۔ جو رات کے گیارہ بجے تک جاری رہے۔

۲۹ اگست کا دن مہمانوں کی آمد کی وجہ سے خوب پُر رونق تھا۔ احباب گاڑیوں، بسوں اور کاروں پر تشریف لا رہے تھے۔ رات کے تین بجے تک مندرجہ ذیل مشنوں سے ستر افراد آ چکے تھے۔ واشنگٹن۔ بالٹی مور، نیویارک، فلاڈلفیا، باسٹن، ڈیٹن، ینگسٹاؤن، کلیولینڈ، ڈیٹرائٹ، ڈیٹن، سنسناٹی، شکاگو، ملواکی، انڈیانا پولس۔ سینٹ آف لوئیس، جوں جوں مہمان آتے گئے ان کی رہائش گاہوں پر پہنچایا جاتا رہا۔ جن کا انتظام پٹس برگ کے مقامی ممبران نے اپنے اپنے گھروں میں کیا تھا۔

۳۰ اگست کو کنونشن کے پبلک اجلاس شروع ہوئے۔ ناشتے کا انتظام مقامی مشن ہاؤس میں کیا گیا تھا۔ اور مہمان اپنی اپنی رہائش گاہوں سے آ کر ناشتہ کر کے کنونشن ہال میں تشریف لے جاتے رہے۔ اس اجلاس کا انعقاد ۸۰۔ ۷۰۔ ۸۱۔ ۷ کے ایک ہال میں ہوا۔ جو کنونشن کے ایام کے لئے کرایہ پر لیا گیا تھا۔ کنونشن کے دوسرے دن کا پہلا اجلاس صبح ۱۱ بجے پٹس برگ جماعت کے پریذیڈنٹ برادر احمد شہید صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت برادر حامد حنیف آف نیویارک نے کی۔ اس کے بعد برادر احمد رشید صاحب نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے ان کو پٹس برگ جماعت کی طرف سے خوش آمدید کہا۔ اور پھر کنونشن کے انعقاد کے مقاصد اور اسلام کی ترقی کے لئے جماعت احمدیہ کی ذمہ داریوں اور کوششوں کا مختصر ذکر کیا اور موثر طور پر تحریک کی کہ نمائندگان کنونشن کو اس موقعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور ایک ایسی روح ان میں پیدا ہونی چاہیئے۔ جو اسلام کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے غیر مسلموں کے لئے ہدایت کا موجب بن سکے۔ تا امریکہ میں جلد از جلد اسلام کا بول بالا ہو۔

استقبالیہ خطبہ کے بعد پہلی تقریر برادر ابوالکلام صاحب آف پٹس برگ نے "اسلام کس طرح پھیلا" کے عنوان پر شروع کی۔ آپ نے اسلام کی ابتداء میں غیر معمولی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے اور رسول کریم کی انتھک کوششوں اور حضور کے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس غیر معمولی مدد کا ذکر کیا جس کا وعدہ خداتعالیٰ نے رسول کریم سے کیا تھا۔ دشمن کے مقابلہ پر اسلام کے پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے اسلام کی فتح و مفتوح حالات کو بیان کر کے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت، اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور امریکہ میں اسلام کی ابتداء اور مستقبل کی خوش آئند توقعات کے اظہار کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کیا۔

دوسری تقریر برادر عبدالباری صاحب آف نوٹی ول ڈکیننگی نے "امریکہ کیوں اسلام قبول کرے گا" کے موضوع پر کی۔ برادر عبدالباری، امسال کے ایک مخلص نوجوان ہیں۔ جو دو سال قبل احمدیت کو قبول کر کے اسلام میں شامل ہوئے۔

آپ نے اپنی تقریر میں امریکہ کی موجودہ اخلاقی۔ معاشرتی۔ مادہ پرستی اور روحانیت سے عاری عوام کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے حاضرین پر واضح کیا کہ جو قوم دنیا داری میں کھو کر خدا کو بھول جاتی ہے۔ اور شرک پر اس کا دارومدار ہو تو اس قوم کا مستقبل کبھی بھی خوش آئند نہیں ہوتا آپ نے کہا کہ گو اس وقت امریکہ دنیا کا امیر ترین ترقی یافتہ ملک ہے مگر اس ترقی کے ساتھ ساتھ عوام نے اعلیٰ اقدار کھو دی ہیں۔ اور انفرادی اخلاق کا اس قدر انحطاط ہے کہ امریکہ سرعت کے ساتھ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو بگڑی ہوئی قوم کو باعزت مقام پر کھڑا کر سکتا ہے عیسائیت عوام کی راہنمائی میں ناکام ہو چکی ہے۔ جب اسلام کی خوبصورت تعلیم عوام کے سامنے پیش ہو گی تو ان کو اسے قبول کرنا پڑے گا (انشاء اللہ) آخر پر آپ نے فرمایا کہ جلد یا بدیر امریکہ کا آئندہ مذہب اسلام ہی ہو گا۔

اس اجلاس کی آخری تقریر مکرمی سید عبدالرحمٰن شاہ صاحب آف کلیولینڈ نے "سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زندگی کی ایک جھلک" کے موضوع پر کی۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بچپن سے لیکر خلافت کے قیام تک کا مختصر حالی بیان کرنے کے بعد خلافت کے ابتدائی حالات۔ حضور اقدس کی اولوالعزمی، روحانی متضاد قوت اور انتظامی امور میں بہترین صلاحیت پر روشنی ڈالی۔ آپ کے عہد میں جماعت کی ترقی اور تبلیغ کی وسعت کا ذکر کیا۔

آخر پر آپ نے حاضرین کو حضور کے ہر حکم پر عمل کرنے، تبلیغ میں بڑھنے اور حضور کے لئے دعائیں کرتے رہنے کی تلقین کی۔ شاہ صاحب کی تقریر کے ساتھ پہلا اجلاس ختم ہو گیا۔

دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد لجنہ اماء اللہ اور خدام الاحمدیہ کی تنظیموں کے علیحدہ علیحدہ اجلاس ہوئے۔

خدام الاحمدیہ کا اجلاس زیر صدارت برادر خلیل محمود صاحب ایم۔ اے قائد خدام الاحمدیہ امریکہ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد خدام الاحمدیہ کی سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی گئی۔ اس کے بعد اس اجلاس میں مالی۔ تعلیمی۔ تبلیغی اور تنظیمی امور پر بحث ہوئی اور یہ فیصلہ ہوا۔ کہ چونکہ پچھلے سال پیش کی گئی سکیموں پر پوری طرح عمل نہیں ہو سکا۔ اس لئے آئندہ سال کے لئے اس لائحہ عمل پر زیادہ سختی اور باقاعدگی سے عمل کرانے کی کوشش کی جائے۔ حاضرین کو چندہ جات میں باقاعدہ حصہ لینے کی ترغیب دلائی گئی۔ اور مقامی تنظیموں کو اپنے اپنے حلقوں میں اپنے ممبران کی اخلاقی۔ تربیتی اور معاشرتی نگرانی کرنے پر زور دیا گیا تا کہ نوجوان عوام کے سامنے اعلیٰ کردار پیش کر کے ہر میدان میں آگے بڑھیں اور ترقی کر کے دوسروں کے لئے نمونہ ثابت ہو سکیں۔ برادر احمد ریاض صاحب آف پٹس برگ اور برادر منیر احمد صاحب آف سینٹ لوئیس نے تقاریر کیں۔ اور خدام الاحمدیہ کو نوجوانوں کے لئے ایک بابرکت تحریک قرار دیتے ہوئے امریکہ میں اسلام کی ترقی کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانی کرنے کی تلقین کی۔ آخر میں اگلے سال کے لئے خدام الاحمدیہ کے نئے مرکزی عہدیداران کا انتخاب ہوا۔

لجنہ اماء اللہ نے اپنے اجلاس میں عورتوں کے فرائض۔ بچوں کی تربیت۔ عورتوں میں تبلیغ پر نیز مالی اور تربیتی امور پر موثر طریقے سے توجہ دلائی اور دوسرے اہم امور پر روشنی ڈالی لجنہ کی تنظیم کو بالخصوص بنانے اور ہر مشن میں لجنہ قائم کرنے پر زور دیا گیا۔ لجنہ کے چندہ جات میں باقاعدگی اور مرکزی لجنہ کے ساتھ مضبوط رابطہ قائم کرنے کی تجاویز پاس کی گئیں ---- دنا کے بعد یہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تین صورتوں میں
پیشگوئی درباره مصلح موعود تین کو چار کرنے والے کے مصداق ہیں

از مکرمی مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان

(۴)

(۲) مذہبی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے سینکڑوں سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک دعا کی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں اس کی دعا کی قبولیت کے اظہار کے لئے کیا گیا ہے۔ دوسری دعا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے حضرت زکریا علیہ السلام کی وہ دعا ہے جس کے نتیجہ میں حضرت یحییٰ ملکر ان کی وفات سے پہلے گئے اور وہ آپ کے مددگار رہے۔

تیسری دعا وہ ہے جس کا ذکر تاریخ میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو مشرکین مکہ نے آپ اور آپ کے ساتھیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ جس کی وجہ سے یہ چند افراد محصور ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اس وقت یہ دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ تو عمر اور ابوجہل میں سے کسی ایک کو اسلام میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور اس طرح ان کے ذریعہ سے اسلام کو ایک قوت حاصل ہو گئی۔ چوتھی دعا وہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چالیس دن چلہ کر کے ——— اسلام کے استحکام اور اشاعت کے لئے کسی مصلح کو آپ کے بعد کھڑا کرنے کے لئے کی تھی۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کر کے آپ کو مصلح موعود کی بشارت دی۔ اور اس طرح حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں پہلی تین دعاؤں کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے تین مصلحین کو چار کر دیا۔ یہ چاروں واقعات غیر معمولی واقعات ہیں اور یہ چاروں ایسے اوقات میں ظہور پذیر ہوئے جبکہ حالات بظاہر ناممکن تھے۔

(۳) ہجرت سے قبل قادیان ضلع گورداسپور میں آپ اپنے اصلی مرکز میں مقیم تھے ضلع گورداسپور سے نکلنے کے بعد آپ نے تین ضلعوں کو چھوڑ کر آپ نے چوتھے ضلع میں دار الہجرت قائم کیا۔ پہلا ضلع امرتسر ہے۔ دوسرا لاہور۔ تیسرا شیخوپورہ ہے اور چوتھا ضلع جھنگ ہے۔ جس میں دار الہجرت ربوہ آباد ہوا ہے۔ اور جسے آپ کے بابرکت وجود سے غیر معمولی شرف حاصل ہوا ہے۔

(۴) ہجرت سے قبل سلسلہ کے نظام کو بہترین رنگ میں چلانے کے لئے آپ نے محکمہ نظارت و وکالت کا اجراء فرمایا۔ دوسری طرف جماعت کے کاموں کے لئے مشورہ کی بنیاد رکھی اور کمیٹی مجلس شوریٰ کا انعقاد فرمایا۔ تیسری طرف بنیادی طور پر نظام کو مستحکم طور پر چلانے اور سب کاموں کی نگرانی اور ان میں ربط قائم رکھنے کے لئے۔ لنگر خانہ وغیرہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ چوتھی چیز جو آپ نے قائم کی وہ آل انڈیا نیشنل لیگ تھی جس کے ذریعہ جماعت کے افراد میں خاص طور پر خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنا مد نظر تھا جسے بعد میں مختلف رضاکارانہ ناموں میں تقسیم کیا گیا اور اسی نے ایک نئی شکل اختیار کر لی غرض کہ آپ نے سابقہ تین انتظامی شعبوں کو اس کے ذریعہ سے چار کر دیا اور جماعت کو ہر پہلو سے ایک کامیاب لائن پر ڈال دیا۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں احمدیوں کا ایک ہی بڑا باغ تھا۔ بعد میں حضرت نواب محمد علی صاحب ہجرت کر کے قادیان میں آ گئے اور یہیں رہائش اختیار کر لی۔ اپنا مکان بنایا اور اس کے ساتھ ایک باغ لگایا۔ ان کے بعد حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فارم قائم کیا۔ جو آجکل گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے۔ چوتھا باغ حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے باہر والے مکان کے متعلقہ دار الانوار میں لگوایا۔ اور سب لوگ جانتے ہیں کہ چاروں باغوں کے نام بہت مشہور تھے۔ چونکہ اس لحاظ سے بھی قادیان کی باہر شہرت تھی ہم نے ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھا ہے۔ آجکل زراعت میں باغوں کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ جن کی طرف خاص توجہ دی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ مکہ کی غیر ذی زرع وادی میں کوئی زراعت یا باغ نہ ہو سکتا تھا۔ حضرت ابراہیم نے اپنی نسل کے واسطے پھلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ جو منظور ہوئی۔ قادیان جیسے چھوٹے سے قصبہ میں اس قدر باغات کا ہونا خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ احمدیوں کے ان باغوں کے علاوہ دوسروں کے بھی چار یا پانچ باغ موجود تھے۔ آج حکومت ایک ایک درخت لگانے کے لئے اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہی ہے۔

حرف آخر

ممکن ہے کہ تین کو چار کرنے کی جو صورتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ بھی کئی صورتیں ہوں جن کی طرف میرا ذہن نہ جا سکا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پہلے کی طرح توفیق دے اور آپ کی عمر میں برکت ڈالے اور صحت کے ساتھ کام کرنے کا مزید موقع عطا فرمائے تو اور کوئی صورتیں آپ کے ذریعہ سے پیدا ہو جائیں۔

اگر مذکورہ صورتوں میں سے بعض کو غیر اہم سمجھ کر شمار نہ بھی کیا جائے اور انہیں ترک کر دیا جائے تو پھر بھی وہ اس قدر ہیں کہ ایک نیک نیت انسان کے تسلی کرنے میں کافی سے زیادہ ہیں۔

ایک اور پہلو

بہرحال ان مذکورہ واقعات سے ظاہر ہے کہ آپ نے غیر شعوری طور پر بار بار تین کو چار کر کے اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کر دیا ہے۔ ۱۹۴۴ء سے قبل اس کے مصداق ہونے کا آپ کا دعویٰ ہی نہ تھا۔ اس لئے آپ کو اس بات کا خیال تک نہ آ سکتا تھا کہ آپ کوئی کام اس غرض سے کریں کہ آپ کے ذریعہ سے تین چار ہو جائیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ وہ آپ کے ذریعہ سے تین کو چار کرنے والی مذکورہ صورتیں پیدا کرتا رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود تحریر فرمایا ہے کہ بے شک مصلح موعود تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ مگر اصل میں تو اللہ تعالیٰ ہی تین کو چار کرنے والا ہے چنانچہ ان معنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے انجام آتھم میں تحریر فرمایا ہے کہ

> "ایک اور پیشگوئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا اس کے معنے یہ تھے کہ "خدا تین کو چار کرے گا"

گویا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس فقرہ میں وہ کی ضمیر سے مراد مصلح موعود لیا ہے اسی طرح اس سے خدا بھی مراد لیا ہے۔ اور یہ دونوں معنی اس میں چسپاں ہو سکتے ہیں۔ خدا بھی تین کو چار کرنے والا ہے اور مصلح موعود بھی۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف اعتبارات وجہات سے مبارک سے بڑھ کر اس وصف کو حاصل کیا ہے اور بار بار تین کو چار کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ ہی اس پیشگوئی کا مصداق ہیں۔ اسلئے آپ ہی مصلح موعود ہیں اور اس کے متعلق مزید انتظار بیکار ہے۔

یہ تو اب تک کا حال ہے نہ معلوم آئندہ کس قسم کے ایسے مزید واقعات آپ کے ذریعہ سے رونما ہوں جو ایسی آپ کے ذریعہ سے تین کو چار کیا جائے۔

غرضیکہ یہ فقرہ بہت سی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ اس فقرہ میں آپ سے متعلق بہت سی اہم تحریکات و انقلابات۔ مقاصد۔ تعمیرات انسانی و جماعتی ترقیات۔ لعمتوں و برکات اور دیگر امور و انتظامات و علمی و دینی کارناموں و جدوجہد و مساعی و خدائی تائیدات کے بارہ میں اہم و عظیم الشان امور غیبیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اپنے اپنے وقت پر ظہور کر رہے اور پورے ہو کر اپنا نشان دکھا رہے ہیں۔ یہ فقرہ ان سب کا مجموعہ و گلدستہ ہے۔ گویا خزینہ اسرار ہے۔ اور دریا کوزہ میں بند ہے۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا رویہ

بے شک ہر شخص کا حق ہے کہ وہ جو چاہے اپنی سمجھ کے مطابق استدلال کرے۔ مگر بددیانتی کرنے کا کسی کا بھی حق نہیں۔ افسوس ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری خسر جناب مولوی محمد علی صاحب سابق امیر منکرین خلافت نے اول تو یہ غلطی کی کہ خلاف واقعات یہ لکھ مارا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیشگوئی مصلح موعود کو مبارک پر چسپاں کیا تھا۔ (مجدد اعظم صفحہ ۱۵۲) اس سے ڈاکٹر صاحب کا مدعا یہ ہے کہ یہ پیشگوئی کسی طرح حضرت امام جماعت احمدیہ پر چسپاں نہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ اس کے لئے انہوں نے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ ایک عبارت اپنے پاس سے بنا کر اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب تریاق القلوب کی طرف منسوب کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں:-

> "۱۸۹۹ء میں مبارک احمد پیدا ہوتے ہیں ان کے پیدا ہونے کے بعد حضرت اقدس تریاق القلوب میں نہایت صاف الفاظ میں یہ تحریر فرماتے ہیں
>
> "یہ پیشگوئی تین کو چار کرنے والے کی جو پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں شائع ہوئی اور بعد میں تین لڑکوں یعنی محمود و بشیر اور شریف کے پیدا ہو جانے کے بعد انجام آتھم اور ضمیمہ میں خدا نے پھر اطلاع دی کہ وہ تین کو چار کرنے والا یعنی مصلح اب آ جائے گا۔"

اس مذکورہ عبارت کو مکرم ڈاکٹر صاحب موصوف نے اول جو کھٹے سے مشابہ اقتباس کی صورت میں لکھا ہے۔ دوم اسی کو ڈاوین کے اندر درج کیا ہے۔

سوم اسے تریاق القلوب کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر اس کے کسی صفحہ کا حوالہ نہیں دیا۔ اس سے دیکھنے والے پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ گویا مذکورہ عبارت اس کتاب میں موجود تو ہے مگر حوالہ درج کرنے سے رہ گیا ہے۔ اور تلاش کے باوجود اگر یہ عبارت نہ ملے تو دیکھنے والا اسے یہ ہی سمجھے کہ وہ کتاب میں موجود تھی جب تک عدم دعوےٰ گی۔ تبھی تو ڈاکٹر

صاحب نے اسے اقتباس کے طور پر درج کیا ہے۔ اور اس طرح اس کو طرف سے مطمئن ہو سے۔ مگر مکرم ڈاکٹر صاحب کے شایانِ شان کسی طرح بھی مناسب نہ تھا کہ وہ ایسی قسم کی بد دیانتی سے کام لیتے۔ جب وہ استدلال کے ذریعہ سے اپنے مدعا کو ثابت نہ کر سکے۔ اور اس میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے بتماد ڈ جعلی طور پر عبارت بنا کر اسے آپ کی کتاب تریاق القلوب کی طرف منسوب کر دیا۔ اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ محمود۔ بشیر اور شریف کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ لکھا تھا۔ کہ مصلح موعود آئندہ پیدا ہوگا۔ حالانکہ یہ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ آپ کبھی بھی ایسا نہ لکھ سکتے تھے۔ کیونکہ مصلح موعود کے پیدا ہونے کی نو سالہ الہامی میعاد مقرر ہو چکی ہوئی تھی۔ پس نہ تو آپ نے مصلح موعود والی مخصوص پیشگوئی کو مبارک پر کبھی اجتہاداً چسپاں کیا۔ اور نہ اسے اس کا مصداق قرار دیا۔ اور نہ ہی آپ نے کوئی ایسی عبارت لکھی جس کا وہ مفہوم نکلتا ہو۔ جو مکرم ڈاکٹر صاحب کا موصوف نے نکالنا چاہا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائیوں نے آنحضرت صلعم کے متعلق بائیبل و انجیل میں درج شدہ پیشگوئیوں کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ انہوں نے تو عاجز آ کر بجائے آپ کو ماننے کے ان پیشگوئیوں کو سابقہ صحف میں سے نکالنا شروع کر دیا۔ اور اہل پیغام نے اصل پیشگوئی پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک عبارت اپنے پاس سے گھڑ کر آپ کی طرف منسوب کر دی۔ مدعا ہر دو فریق کا ایک ہی ہے۔ حالانکہ حضرت امام جماعت احمدیہ حمید بشیر الثانی کی موجودگی میں تین کو چار کرنے والے ہیں۔ مگر اہل پیغام کا چوتھی صدی والا فرضی لڑکا اگر چوتھی صدی کی بجائے تین صدیوں کو چار کر دے گا تو باقی شرائط ضروریہ تو اس میں پائی جانی محال ہیں بالخصوص نو سالہ الہامی میعاد ہی کے اندر اور پھر بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدائش حضرت امام جماعت احمدیہ کے سوا اب کسی اور کو کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری نے اپنی کتاب مجدد اعظم کے صفحہ ۱۵۶ پر لکھا تھا کہ:۔

"تین کو چار کرنے کا کیا منشاء ہے
یہ جناب الٰہی کے سوا کسی کو علم
نہیں اپنے وقت پر کھلے گا۔ غالباً
اس موعود کے ذریعہ سے دنیا کو
یہ علم ملے گا"

ڈاکٹر صاحب نے یہ کتاب دسمبر ۱۹۳۹ء میں شائع کی تھی اس کے پانچویں سال بعد ۱۹۴۴ء میں خدا نے مصلح موعود کے ذریعہ سے اس کی حقیقت ظاہر کر دی اور آج ۲۲ [illegible] کر رہا ہے۔ (ص)

نتیجہ امتحان "اسلام کی پہلی کتاب"

ناصرات الاحمدیہ بھارت

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیر انتظام احمدی بچیوں میں اسلام اور احمدیت کے بنیادی اور ابتدائی امور کی واقفیت پیدا کرنے کے لئے "اسلام کی پہلی کتاب" کا امتحان رکھا گیا تھا۔ ناصرات الاحمدیہ کو دو گروپوں یعنی آٹھ سے بارہ سال اور تیرہ سے پندرہ سال کی عمر میں تقسیم کرتے ہوئے دو پرچے مرتب کئے گئے تھے۔ گروپ نمبر ا یعنی بڑی عمر کی بچیوں میں عزیزہ فیروزہ بیگم بنت مکرم ماسٹر مختار احمد صاحب قادیان ۵۰/۵۰ نمبر لیکر اول اور عزیزہ حلیمہ بشریٰ بنت مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب نائب ایڈیٹر بدر ۴۹/۵۰ نمبر لے کر دوم آئیں۔

گروپ نمبر (۲) یعنی چھوٹی عمر کی بچیوں کے لئے نہایت ابتدائی اور آسان پرچہ ڈالا گیا تھا۔ نتیجہ کے مطابق عزیزہ امۃ الحمید عابدہ ضلع محبوب نگر ۵۰/۵۰ نمبر لے کر اول اور عزیزہ قدسیہ بنت حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت ۴۹½ نمبر لے کر دوم آئیں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب ہونے والی بچیوں کو یہ کامیابی مبارک کرے آمین۔ ان سب کو انعامات انشاء اللہ الا کو عنقریب بھجوا دیئے جائیں گے۔

مجھے خصوصاً اس بات سے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ہماری جن بچیوں نے امتحان میں شرکت کی ہے ان میں سے سوائے ایک دو کے باقی سب نے ہی بہت محنت سے تیاری کی۔ اس امتحان میں حصہ لینے والیوں میں قادیان کی ناصرات الاحمدیہ کا نمونہ قابلِ تقلید ہے۔ یہاں آٹھ سے پندرہ سال کی عمر کی تمام بچیوں نے امتحان میں شرکت کی اور سب ہی پاس ہو گئیں۔ لہذا میں خصوصیت سے امۃ الرشید بیگم صاحبہ سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ (بنت ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب درویش) اور جن جگہوں کی ناصرات الاحمدیہ نے امتحان میں شرکت کی ان کی سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں۔ امید ہے کہ وہ آئندہ امتحان کے لئے اپنی بچیوں کو اس سے بھی اچھی طرح تیاری کرائیں گی۔ اور ابھی سے زیادہ سے زیادہ بچیوں کو امتحان میں شامل کرنے کے لئے تیار کریں گی۔ آئندہ امتحان "اسلام کی دوسری کتاب" کا ہوگا جو ابو المنیر نور الدین صاحب مالک مالابار کی کتب فروش قادیان سے براہ راست منگوائی جا سکتی ہے۔ اس امتحان کی تاریخ کا بعد میں اعلان کر دیا جائے گا۔

امۃ القدوس صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

نتیجہ ناصرات الاحمدیہ گروپ نمبر ا (تیرہ سے پندرہ سال تک)

مدراس

نام	نمبر
بلقیس بیگم	۳۶/۵۰
آنسہ خالدہ	۴۸
شریفہ صادقہ ایتی	۳۷
سیدہ مہر قدسیہ	۴۶
کمال پاشا	۴۶½
سیدہ امجد جبین	۲۳

حیدرآباد (دکن)

نام	نمبر
امۃ الکلیم	۲۵
بشریٰ خانم	۴۱

سونگھڑہ حلقہ ۱

نام	نمبر
سیدہ حافظہ خاتون	۳۰
رئیسہ خاتون	۴۳

پنکال (صوبہ اڑیسہ)

نام	نمبر
صدیقہ بیگم	۴۲
جمیلہ بیگم	۳۷
سارہ بیگم	۴۲

نام	نمبر
طاہرہ بنت مولوی عبدالرحمن صاحب	۲۰
صدیقہ بیگم	۲۵
طاہرہ بنت رسالت خان صاحب	۲۳
رحمت بی بی	۲۶
بشیر النساء	۱۹

کروڑاپلی

نام	نمبر
ذکیہ بیگم	۲۴

قادیان

نام	نمبر	
فیروزہ بیگم	۵۰/۵۰	اول
حلیمہ بشریٰ	۴۹	دوم
امۃ اللطیف	۴۸	
رفیعہ بیگم	۴۸	
نذیرہ بیگم	۴۷	
حبیبہ بیگم	۴۷	
نصرت قریشی	۴۲	
مسعودہ بیگم	۳۰	
نصرت بنت غلام حسین صاحب	۲۸	
آصفہ بیگم	۲۷	
سعادت آرا	۲۹	

(ص) اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس پیشگوئی کے کامل ہونے کے متعلق کچھ عرض کیا جائے گا۔

گروپ نمبر (۲) (آٹھ سے بارہ سال تک)

محبوب نگر

نام	نمبر	
امۃ الحمید عابدہ	۵۰/۵۰	اول
امۃ المجید سعیدہ	۴۸	

قادیان

نام	نمبر	
قدسیہ بیگم	۴۹½	دوم
امۃ العزیز	۴۱	
بشریٰ عزیز	۳۰	
جمیلہ بیگم	۲۴	
خورشیدہ	۳۵	
امۃ القیوم	۲۳	
سعیدہ بیگم	۳۵	
بشریٰ سندھی	۴۲	
بشریٰ بنت خواجہ خورشید احمد صاحب	۴۲	

حیدرآباد دکن

نام	نمبر
زہرہ بیگم	۴۹
صفیہ بیگم	۴۱
نصرت جہاں	۳۰
مبارکہ بیگم	۲۵
رضیہ سلطانہ	۴۳
سیدہ منیر النساء بیگم	۲۳
خیر النساء بیگم	۳۵
بشریٰ بیگم	۴۰
نصرت جہاں	۴۹
حمیدہ بیگم	۳۸
شمس النساء	۳۶

سونگھڑہ حلقہ ۱

نام	نمبر
سیدہ نفیرہ خاتون	۲۷
سیدہ نسیمہ خاتون	۲۶

بنارس

نام	نمبر
نزہت السلام	۴۲

بریلی

نام	نمبر
شاہدہ خاتون قریشی	۴۴
ماجدہ خاتون	۴۷½

مدراس

نام	نمبر
حمیدہ بیگم	۳۴
قیصر احمد	۴۵

اعتذار

حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کی طبیعت بوجہ ضعیف العمری بالعموم کمزور رہتی ہے آنکھوں پر نسبتاً زیادہ اثر ہے۔ بیرونجات کے احباب کی طرف سے ان کے نام اکثر دعائیہ خطوط موصول ہوتے ہیں آپ ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں مگر بوجہ کمزوری ہر خط کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔ احباب بھائی جی کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔ آمین۔

(ایڈیٹر)

جمہوریت کا زوال؟

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی)

ممکن ہے کہ زمانہ قدیم میں جمہوری نظام ایشیائی نظام کے مطابق رہا ہو۔ لیکن ایشیا کی پچھلی ہزار سالہ تاریخ میں کہیں مغربی طرز جمہوریت کا پتہ نہیں ملتا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس ایشیائی نے جمہوری نظام کی تبلیغ کی وہ ایران کا ایک مفکر "مزدک" ہے۔ وہ نوشیرواں کا ہم عصر تھا۔ لیکن تاریخ سے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اہل ایشیا نے اس کی دعوت قبول کی ہو۔ بلکہ وہ شخص ہمیشہ ایشیائی زعماء کے درمیان مطعون رہا۔ اور جب ایشیا میں کسی نے ملوکیت کے خلاف آواز اٹھائی یا مذہب و سیاست میں ترقی و تجدد پسندی کو راہ دی تو اسے "مزدکیہ" کہہ کے ہدف ملامت بنایا گیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے جب برامکہ کو قتل کرایا تو ان کے بعض درباری شاعر بھی حق نمک ادا کرتے ہوئے برامکہ کو مزدکی کہا۔ چنانچہ اصمعی نے برامکہ کی ان الفاظ میں ہجو کی

اذا ذکر الشرک فی مجلس
اضاءت وجوہ بنی برمک
وان تلیت عندہم آیۃ
اتوا بالاحادیث من مزدک

مغرب پرستی لیکن اس دور میں جب ایشیا نے مغرب کے "دست استبداد" سے نجات پائی تو اس شان کے ساتھ مغرب کا "جمہوری نظام" اس کی ماتحت ذہنیت میں بس گیا۔ ان میں بھی اس ذہنیت کا اعلیٰ مظاہرہ بھارت اور پاکستان کے ارباب حل و عقد نے کیا۔ ان دونوں ملکوں نے مذہبی و لامذہبی جمہوریت پر اپنی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور ایشیا کے نقشہ میں ان دونوں ملکوں کو جو سیاسی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایشیا ہی نہیں بلکہ ساری دنیا ان کی طرز حکومت کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگی۔

زوال جمہوریت مغرب نہ صرف تمدن و ثقافت بلکہ اقتصادی و معاشی امور میں نہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اس کا دست نگر ہے۔ لیکن کبھی کبھی تاریخی حادثہ بھی کتنا ظالم ہوتا ہے۔ فرانس جو مغربی تہذیب کا گہوارہ اور جمہوریت کا پہلا داعی سمجھا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اسی نے مغرب کی یہ امید خاک میں ملائی۔ یورپ کی پہلی جمہوریت جو ۱۲ ستمبر ۱۷۹۲ء کو فرانس میں قائم ہوئی تھی ۱۹۵۸ء میں ڈیڑھ سو سالہ تجربہ کے بعد فرانس نے اسے

خیر باد کہہ دیا۔ اور جنرل ڈیگال کو اپنے ملک و قوم کے سیاہ و سفید کا مالک و مختار بنا دیا۔ اس کے بعد برما۔ پاکستان اور تھائی لینڈ (سیام) نے بھی محسوس کیا کہ جمہوریت ہماری قومی و ملی بیماریوں کا علاج نہیں۔ اور ان تینوں ملکوں نے بھی فوجی حکومت کا اعلان کر دیا۔ غرض وہ ممالک جو آزادی کے بعد مغربی نظام جمہوریت کی "تجربہ گاہ" میں اترے تھے اپنی شکست مان کر پیچھے ہٹ گئے۔ اور پھر اپنے اپنے ملک میں ملوکیت۔ شہنشاہیت اور مطلق العنانی کا دور آ گیا۔ اسی کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کرنل عبد الناصر اور عبد الکریم جنرلوں نے مصر و عراق کو شہنشاہیت کے پنجہ سے نجات دلائی۔ وہ بھی ان دونوں ملکوں میں جمہوریت قائم نہ کر سکے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ سخت قسم کی ڈکٹیٹر شپ قائم کر دی۔ روس اور عوامی چین پر بھی نظر ڈالیں تو باوجودیکہ وہ مزدک کے پیرو۔ اشتراکیت کے منادی اور جمہوریت کی اعلیٰ اقدار کے داعی ہیں مگر وہاں بھی عمل دخل ملوکیت و مطلق العنانی ہی کا ہے۔ اس وقت ایشیا میں صرف اسرائیل۔ جاپان اور ہندوستان جمہوریت کے علمبردار رہ گئے ہیں۔

اسباب زوال نصف صدی میں جمہوریت کی جو تحقیر و تذلیل ہوئی۔ اگر ہم اس کے اسباب و علل پر بحث کریں تو یہی کہنا پڑے گا کہ یہ سیاست کے کرشمے ہیں۔ اور سیاست ایک ایسا گندا کھیل ہے جس میں گھڑی گھڑی نیکی و بدی کے تصورات بدلتے رہتے ہیں۔

سرد یا اعصابی جنگ جو اس وقت ساری دنیا پر مسلط ہے۔ سیاسی سپیروں کا وہ ناگ ہے جو ہر وقت، علی الاعلان اقتدار زندگی کو ڈسنے پر تیار رہتا ہے۔ امریکہ جس کے پیرو "ابراہام لنکن" نے جمہوریت کی یہ مقدس تعریف کی تھی کہ عوامی حکومت عوام کے لئے اور عوام کے ذریعہ "GOVERNMENT OF THE PEOPLE, BY THE PEOPLE AND FOR THE PEOPLE"

اس امریکہ نے جب یہ دیکھا کہ روس سرد جنگ کے ذریعہ ایشیائی ذہنیت پر چھا رہا ہے تو اس نے بھی اپنی سیادت و آبرو بچانے کے لئے وہی سیاسی حربہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔

مصر اور عراق فوجی انقلاب کے ذریعہ روسی کیمپ میں چلا گیا۔ اگر امریکہ اس انقلاب کو محض تماشائی کے طور پر دیکھتا رہتا تو خطرہ یہ تھا کہ وہ نوعمر و ناتجربہ کار جمہوریتیں جہاں فاسد سے فاسد خیالات کو بھی فروغ پانے کا موقعہ ملتا ہے مستقبل قریب میں روسی اقتدار کے ماتحت آ جائیں۔ اس لئے امریکہ نے ان ملکوں کو غیر صحت مند خیالات سے بچانے کے لئے روس کی طرح سرد جنگ میں حصہ لینا ضروری سمجھا۔ خواہ اس کے لئے ابراہام لنکن کے مقدس خیال کی توہین ہی کرنی پڑے۔ برما۔ پاکستان اور تھائی لینڈ کے انقلابیوں کا کمیونسٹوں کے خلاف عملی اقدام اس "حقیقت انقلاب" کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ رشوت ستانی۔ خود غرضی اور ضروریات زندگی کی گرانی سے ہر ملک کے عوام میں بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ بے اطمینانی ہر مرض و ازم کی ناکامی کا باعث بنتی ہے اسلئے برما، پاکستان اور تھائی لینڈ کے انقلاب کی کامیابی کیلئے ضروری ہے کہ ملک ان بدعنوانیوں سے پاک ہو جائے۔ عوام خوشحال و مطمئن ہوں تا کمیونزم کا باب ہی بند ہو جائے۔ پاکستان کے فوجی انقلابیوں نے اس راز کو خوب سمجھا ہے اسلئے بلیک کے نقصان دہ اور بیمار عناصر پاک کرنے کی مہم میں بہت آمادگی دکھا رہے ہیں

جمہوریت جمہوریت درحقیقت اس نظام حیات کا نام ہے جس کی بنیاد عزت نفس۔ خود اعتمادی اور اخلاقی اقدار پر ہوتی ہے۔ جمہوریت دراصل اس تصور حیات کی عملی تشکیل کا نام ہے جس میں انسانی تمدن، قدر شناسی، باہمی تعاون۔ اور اخوت کے جذبہ پر قائم ہوتا ہے جمہوریت جسے آج کل اقتدار طلبی۔ خود غرضی اور احتجاج و ایجی ٹیشن کا ایک تشدد آمیز وسیلہ سمجھ لیا گیا ہے وہ روح جمہوریت کے منافی ہے۔ جمہوریت تو نام ہے ایسے نظام حکومت کا جہاں پولیس اور فوج کا کام نہ ہو۔ اور اگر ہو تو محض خدمت قوم و وطن کے لئے۔ مگر ظاہر ہے کہ ایشیا ابھی زندگی کے ان کرداروں سے واقف نہیں ہوا۔ اس لئے اس نے جمہوریت کو ملک اور سماج دشمن تحریک کا ذریعہ بنا لیا اور ظاہر ہے کہ ہر عمل کا ایک ردعمل بھی ہوتا ہے۔ لہذا اس مصنوعی اور ہوس پرست جمہوریت کا ردعمل بھی ظاہر ہونا تھا۔ اور وہ حالیہ انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوا۔

حقیقت پسندی جمہوریت ہمارے سامنے جس مثالی زندگی کا دعوٰی کرتی ہے۔ اس کا گن گاتے ہوئے ہمیں حقیقت پسندی سے بھی دور نہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ بہت سے تصورات ایسے ہیں جن کو اس وقت ہم عملی جامہ نہیں پہنا سکتے خصوصاً پاکستان کی سرزمین تو جمہوریت کے لئے بہت ناساز گار تھی۔ عملی زندگی کے علاوہ تصوراتی طور پر بھی پاکستان مغربی جمہوریت کا قائل نہ ہو سکتا تھا۔ ایک تو اسلام کا "تمدنی نظام" مغرب کی مراسلت .... جمہوریت کا حامی نہیں۔ اسلام کا جمہوری مزاج مغرب کی طرح غیر معتدل نہیں۔ وہ انسانی .... کو حدِ اعتدال کے اندر رکھنے .... ہے۔

جمہوریت اور اقبال دوسری بات .... یہ ہے کہ پاکستان کا اعلیٰ طبقہ جس کی شاعرانہ پسند طبیعت سے متاثر ہے وہ اس جمہوریت کا مخالف ہے۔ میرا اشارہ ڈاکٹر اقبال کی طرف ہے۔ یہی پاکستانی تصویر کے خلاق کہلاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اشعار میں حکومت کا جو ڈھانچہ پیش کیا ہے اس میں مغربی نظام جمہوریت کی کچھ گنجائش نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

وہ مغربی طرز کی اسمبلی پارلیمنٹ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

اسمبلی و پارلیمنٹ پر شت حملہ کرتے ہوئے تو اقبال نے یہاں تک کہا کہ

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

ممکن ہے کہ یہ فکر سخن کرتے وقت اقبال کے سامنے آیت کریمہ "وان تطع اکثر من فی الارض" ہو۔ بہرصورت اقبال نے پاکستانی مسلمانوں کی ذہنی تربیت کی ہے۔ وہ ان اشعار سے ظاہر ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ پاکستان کا آزاد خیال و اعلیٰ طبقہ تو اقبال سے بہت متاثر ہے۔ اس لئے مغربی طرز جمہوریت کو پاکستانی مزاج کے خلاف کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔

فلسفۂ زندگی کی تاریخ دلچسپ منظر پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر ہم تو "عمل و ردعمل" والے اصول کو ایک تاریخی حقیقت سمجھتے ہیں۔ اگر پاکستانی حکمرانوں نے جمہوریت کا اعلیٰ کردار پیش کیا ہوتا۔ اگر انہوں نے اپنے جمہوری نظام کو مغربیت و رسائل عناصر سے پاک رکھا ہوتا تو خونیں انقلاب کی نوبت نہ آتی۔

بہرکیف نظام جمہوریت ہو یا دور ملوکیت ہم بہرحال امن پسندی، خوشحالی اور خود اعتمادی .... خواہاں ہیں .... ہمیں حکمرانوں یا نظام حکومت کی تبدیلی سے کوئی غرض نہیں۔ ہمیں تو صرف سیاسی تیراندازوں کا تماشہ دیکھنا ہے۔

ایک ہدیہ کا شکریہ

محترم نیاز احمد صاحب خبرین نے مرکزی لائبریری کیلئے الفضل کے نئی فائل بھجوائے ہیں۔ احباب .... اللہ تعالیٰ انہیں .... ہدیہ کو قبول کرتے ہوئے ....

اعلان نکاح مکرم سیٹھ محمد الیاس صاحب ابن سیٹھ شیخ حسن صاحب احمدی یادگیر کا نکاح بعوض چھ ہزار روپیہ مہر محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت میر احمد .... صاحب سید آبادی سے حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان نے .... ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء مسجد مبارک قادیان میں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین۔ محمد اسمٰعیل فاضل وکیل یادگیر

منقولات

سوچنے کا انداز بدلنا چاہیئے

اگر سوچنے کا انداز بدل جائے۔ اور انسان کا فکر صحیح راہ پر کام کرنے لگے تو ہمارے بہت سے بگڑے ہوئے کام آسانی سے سُدھر سکتے ہیں۔ اور راہ کی مشکلات بھی دور ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اگر ہر ہندوستانی یہ سوچے کہ ملک ہمارا ہے۔ حکومت ہماری ہے اور آگے بڑھنا ہمارا قومی فرض ہے۔ تو کون سی سماجی اور سیاسی برائی ہے جو دور نہ ہو سکے؟ صرف یہ سمجھ لینا کہ اوروں کی بھلائی میں ہمارا بھلا ہے۔ ہماری ہر مشکل کو آسان کر سکتا ہے۔ رشوت ستانی۔ کام چوری، کاہلی، بدعنوانی، خود غرضی، اقتدار پسندی بیجا شہرت سب کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ دماغ کا کانٹا بدلے تو سب کچھ ہو جائے اور سب کو سُکھ اور چین نصیب ہو۔ اگر ملک کی فرقہ پرست۔۔۔ تجربہ کے طور پر ہی سہی۔۔ یہ سوچنا شروع کر دیں کہ ہمارے ملک کی اقلیتیں، دنیا کی تمام اقلیتوں سے زیادہ اپنے ملک کی وفادار ہیں اور ان کو بدنام کرنا اپنے چہرہ پر کلنک کا ٹیکہ لگانا ہے یا انہیں نقصان پہنچانا پوری قوم کو نقصان پہنچانا ہے۔ اور ان کو آگے بڑھانا، ان کی عزت افزائی کرنا۔ ان کی غلطیوں کو اپنی غلطی سمجھنا پوری قوم کی بھلائی ہے۔ تو فرقہ داریت اور تنگ نظری کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ سوچنے کا ٹیڑھنگ اکثریت کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اقلیتوں کی عزت و آبرو کو چار چاند لگا دے گا اور اس کا فائدہ پھر پھر کر پوری قوم کو پہونچے گا یہ بات کون سمجھائے؟ اور کس کو سمجھائے! انسانی فطرت کا رجحان یہ ہے کہ وہ سیدھی باتوں سے کترا تا اور الجھاؤ کو دعوت دیتا ہے۔

دہلی کے معاصر ملاپ نے "ہم اپنے چہرے کی کالک دھولیں" کے عنوان سے کئی اداریئے سپرد قلم کئے ہیں۔ ان مقالوں سے پتہ چلتا ہے کہ معاصر نے سوچنے کے انداز کی اہمیت کو خوب سمجھا ہے۔ اور اس نے اس مقصد کے لئے کھل کر ایسی باتیں لکھی ہیں جو دوسروں کے قلم سے نہیں نکل سکتیں:۔ "سوچیے کہ ہم کیا کر رہے ہیں، قصور وار دوسروں کو سمجھتے رہے، گناہ خود کرتے رہے، الزام دوسروں کو دیتے رہے کالکھ اپنے منہ پہ ملتے رہے، سمجھتے رہے کہ دوسرے برے ہیں۔ اصلیت یہ تھی کہ ہم سے بڑا کوئی نہ تھا" نہیں؟ معاصر نے یہ لکھ کر ایک نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر دوسروں میں کوئی برائی نظر آتی ہے تو انسان یقین کرے کہ خود اس کے اندر کوئی برائی ہے۔ اگر اپنی برائی دور ہو گئی۔ تو دوسروں کی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ ہم نے آزادی کے بعد سب کچھ کیا لیکن اس انداز فکر کو اپنانے کی کوشش نہ کی۔ نتیجہ یہ کہ سب ہی مشکلات میں مبتلا ہیں، مشکلات میں اضافہ تو ہوا۔ کوئی ایک مشکل بھی کم نہ ہو سکی۔

معاصر نے غلط فہمیوں کے پھوڑے پر گہرا نشتر لگایا ہے "یہ بہت تلخ بات ہے، لیکن اس کے باوجود حقیقت ہے کہ پاکستان کے اصل بانی ہم ہیں اور ہمارے وہ بزرگ جنہوں نے ہندو قوم کی اصلیت سمجھے بغیر اسے انسانوں سے نفرت کا آدھار بنا دیا" اور حالت یہ پیدا کر دی کہ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھایا نہیں جا سکتا، اس کی چھوئی ہوئی چیز اپوتر ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔۔ جس کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ مسلمان بھی ہندوؤں سے نفرت کریں، انھیں پرایا سمجھنے لگیں۔۔۔" ایک عمل ہوتا ہے دوسرا رد عمل" معاصر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور عمل کی ذمہ داری انتہائی جرأت کے ساتھ اکثریت کے سر ڈالی ہے۔ معاصر نے مسٹر جناح، مسلم لیگ اور پاکستان کے قیام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے "کہ جب مسلمانوں کو اپنے سے الگ سمجھا گیا، انھیں اچھوت قرار دیا گیا۔ ان سے نفرت کی گئی تو۔۔۔ اس کے بعد اگر مسلمانوں میں رد عمل پیدا ہوا کہ وہ ایک علیٰحدہ قوم ہیں۔ اور اس قوم کو ایک الگ ملک ملنا چاہیئے تو اس میں قصور کس کا ہے؟ جناح کو گالیاں دیں ہم نے مسلم لیگیوں کو بُرا بھلا کہا۔ پاکستان کی مخالفت کی، یہ نہیں دیکھا کہ اپنے منہ پر جو سیاہی ہم مَل رہے ہیں وہ کتنی بھیانک اور گھناؤنی بن جاتی ہے۔ لیکن ہاں۔۔۔ یہ جھوٹے الیمان نے اور نفرت کی بھاؤنا نے صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی تو اپنایا نہیں کیا اور بھی کئی لوگوں کے ساتھ کیا۔۔۔"

عمل اور ردّ عمل کے اس تجزیہ سے سو فیصدی متفق ہونا ضروری نہیں۔ لیکن ان کی اصلیت سے انکار کرنا مشکل ہے۔ اصل میں معاصر یہ بتانا چاہتا ہے کہ نفرت کے نتیجہ میں جو کچھ ہوا سو ہوا۔ لیکن اگر اس کا سلسلہ جاری رہا اور ملک کی اکثریت نے سوچنے کا انداز نہ بدلا تو ہندوستان کا مستقبل بہت بھیانک ہو گا۔ اپنے ملک کو تباہی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ فرقہ پرستوں سے ایک بار کھلے دل سے گفتگو کر لی جائے کہ وہ چاہتے کیا ہیں؟ آیا غلطیوں کی تلافی یا غلطیوں پر اصرار اور ملک کی تباہی اور قومی ایکتا کی بربادی؟

ہم نے جب کبھی یہ لکھا کہ ہندوستان میں کوئی نفسیاتی پاکستان پیدا ہونا چاہیئے۔ جو اقلیتوں کو کورا ایک جواب دے تو در اصل ہم نے اسی مفہوم کو ادا کیا تھا۔ جسے معاصر ملاپ نے دوسرے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ اندھے کو دو آنکھیں اور اقلیتوں کو امن اور سکون چاہیئے یہ کام اکثریت کا ہے کہ وہ اس کا طریقہ دریافت کرے اور فرسودہ ہتھکنڈوں کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دے۔ ورنہ یہ واقعہ ہے جس کا چھپانا شاید مفید نہ ہو کہ اقلیتوں کی آرزوئیں، اکثریت کی آرزوؤں سے بالکل مختلف ہوں گی۔ اور یہ اختلاف ملک کی اجتماعی ترقی پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ (الجمعیتہ دہلی ۱۱/۱۷ ۵۸ء)

گائے کُشی کی مخالفت میں تحریک

اس ہفتہ آل انڈیا گئو ہتیا نرودھ سمتی (گائے کُشی کے خلاف آل انڈیا تحریک) کا ایک جلسہ جالندھر میں ہوا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کے کانسٹی ٹیوشن میں گائے کُشی کی قطعی ممانعت کی جائے اور اس مطالبہ کے حق میں جلسے ہوں۔ جلوس نکالے جائیں۔ اور پبلک میں ایجی ٹیشن پیدا کی جائے۔

خوب! اس وقت ہندوستان کا ایک صوبہ بھی ایسا نہیں جہاں گائے کے کاٹنے کی قانوناً ممانعت نہ ہو اور اس اعتبار سے تمام ہندوستان میں "ہندو راج" قائم ہے۔ کوئی صوبہ ایسا نہیں جہاں گائے کی نسل کو بڑھانے کے لئے سرکاری اہتمام میں نئی گئوشالائیں قائم نہ کی جا رہی ہوں۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا نے اچھی نسل کی گائیں غیر ممالک سے بھی بہت بڑی تعداد میں منگائی ہیں۔ مگر یہ معترض حضرات ہیں کہ کانگریس اور کانگریس گورنمنٹ کو بدنام کرنے کے لئے گائے کا نام لے کر شور پیدا کرتے چلے جا رہے ہیں کیونکہ ہندوؤں کا بے وقوف حلقہ گائے کے نام پر بالکل اس طرح ہی آسانی کے ساتھ مشتعل ہو سکتا ہے جس طرح مسلمان "اسلام خطرہ میں ہے" کے نام پر مشتعل ہو جاتے ہیں۔

ہم گائے کے ان "خیر خواہوں" سے پوچھتے ہیں یہ ایمانداری کے ساتھ بتائیں کہ انہوں نے آج تک کتنی گئوشالائیں قائم کیں اور کتنی گایوں کو فاقہ کشی سے بچانے کے لئے اپنی تجوریوں کے دروازے کھولے ہیں کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ جب گائے دودھ دینے سے رہ جاتی ہے تو گائے بھگت ہندو چارہ کھلانے کے خوف سے ان کو اپنے گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ اور اس کا ثبوت ہر شہر کے بازاروں میں مل سکتا ہے جہاں کہ گائیں چیتھڑے اور ردی کا غذ کھا کر اپنا پیٹ پالتی ہیں۔ اور اگر ان لوگوں کی ہمدردی صرف ریزولیوشن بازی اور گورنمنٹ کی مخالفت تک ہی محدود ہے۔ اور کانگریس گورنمنٹ کی یہ مخالفت صرف برائے مخالفت کی جا رہی ہے تو معقولیت پسند حلقوں میں اسے پسند نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس ریزولیوشن بازی اور جلسوں کا کوئی اثر ہو سکتا ہے۔ (ریاست دہلی ۱۱/۱۷ ۵۸ء)

ولادت میرے بہنوئی مکرم سید منیر احمد صاحب ابن سید علی احمد صاحب مرحوم بمقام ربوہ ضلع جھنگ کے ہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۱/۹ ۵۸ء کو لڑکی تولد ہوئی ہے احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک صالح اور عمر دراز عطا فرمائے اور زچہ کو صحت و تندرستی ہو۔ شبیر احمد۔ خان درویش قادیان۔

دہلی میں شراب نوشی

دہلی وہ علاقہ ہے جہاں شراب کا استعمال ممنوع ہے۔ مگر تازہ اعداد و شمار سے معلوم ہوا کہ گذشتہ سال کے مقابلہ میں اس سال شراب کی کھپت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔ ۵۶ء میں دہلی کے اندر ۴۳ ہزار گیلن شراب کی کھپت ہوئی۔ اور ۵۸ء میں اب تک ایک لاکھ گیلن سے اوپر استعمال ہو چکی ہے۔ اس سال تو شراب نوشی کے خلاف پروپیگنڈا بھی بہت پھیکا رہا اور لوگوں کو مزید شراب نوشی کا موقع دیا گیا۔ اس ایک بات سے اندازہ لگایئے کہ لوگوں کے دلوں میں قانون کا احترام کس حد تک باقی رہ گیا ہے۔ ہمارے لیڈر بہت خوش ہوتے ہیں جب ان کا احترام ہوتا ہے اور ان کا استقبال کیا جاتا ہے مگر انہیں قانون کے احترام کی کوئی پروا نہیں۔ انہیں تو یہ کہنا چاہیئے کہ ہمارا احترام یہ ہے کہ قانون کا احترام ہو۔ قانون کو توڑنا اور لیڈروں کا احترام کرنا محض موقع پرستی اور خود غرضی ہے۔ ہمارے لیڈر اس منافقت کو خوب سمجھتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ قانون شکنی پہ آنسو نہیں بہاتے۔ شراب نوشی کی ہمت قابل داد ہے کہ وہ اپنی وضع کو نباہتے جاتے ہیں اور ضمیر کی کوئی خلش مطلق محسوس نہیں کرتے۔ (الجمعیتہ ۲۳/۱۱ ۵۸ء)

(بقیہ صفحہ ۱۱)

امرتسر کے پرنسپل صاحب کے متذکرہ بالا بیان سے واضح ہے۔

ہم خود بھی اس کتاب سے بہت متاثر ہوئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کتاب کو کثرت سے ہر مسلم اور سکھ ادارہ میں پہنچایا جائے۔ اگر ہمارے دوست ذرا دلچسپی لیں تو یہ کام بھی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ ہمارے مسلم دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کے نسخے منگا کر اپنے سکھ دوستوں کو بطور تحفہ دیں۔ تعلیمی، تربیتی، مذہبی اور سیاسی اداروں میں اس کتاب کی کم از کم ایک کاپی کا ہونا ضروری ہے۔ ناظر صاحب دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے اس کتاب کو شائع کر کے نہ صرف مسلمانانِ ہند کی بڑی خدمت کی ہے۔ بلکہ سکھ مذہب اور سیاست کی بھی۔

اگر اس کتاب کو سکھوں میں کثرت سے پھیلایا گیا تو ہمیں یقین ہے کہ ہندوستان کی سیاسی کش مکش میں سکھ مسلم تعلقات بہت ہی خوشگوار ہو جائیں گے۔ مذکورہ بالا کتاب اپنے کور کے علاوہ ۱۲۸ صفحوں پر مشتمل ہے کتابت اور چھپائی دیدہ زیب ہے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ درجہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

ملنے کا پتہ:۔

ناظر دعوت و تبلیغ، صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ (مشرقی پنجاب) نوجوانانِ

صدقہ و دعا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و درازی عمر کے لئے تین بکرے جماعت احمدیہ یادگیر نے ذبح کئے اور ایک بکرا ہم نے یہاں حیدر آباد میں اپنے مکان سے چلی میں ذبح کیا۔ اور اجتماعی دعائیں لی جاری ہیں۔ نیز جماعت احمدیہ یادگیر کی طرف سے ایک بکرے کی قیمت قادیان بھی صدقہ کے لئے بھجوائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔ (محمد اسمٰعیل وکیل یادگیر از حیدر آباد)

"سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ"
پر
اخبار آزاد نوجوان مدراس کا تبصرہ

بے شک تاریخ ایک روشن مینار ہے جس کے ذریعہ انسان صدیوں پہلے گذرے ہوئے لوگوں کے حالات کا آسانی سے پتہ لگا لیتا ہے۔ اور ان کے ذریعہ اپنی آئندہ زندگی سنوار سکتا ہے۔ لیکن تاریخ کے غلط اور فرضی واقعات جو قوموں میں منافرت اور اشتعال پیدا کرنے کے لئے لکھے جاتے ہیں ملک اور قوم کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتے ہیں۔

چند خود غرض عناصر نے اس ملک میں حقائق و درست واقعات لکھنے کی بجائے اپنی سیاسی ضرورتوں کو مدنظر رکھا۔ اور غلط اور فرضی اقتباسات سے بھرا ہوا اقتباس تیار کیا چنانچہ اس تلخ حقیقت کا اظہار مولانا محمد علی جوہر جیسے لیڈر کو لندن کی گول میز کانفرنس میں کرنا پڑا۔

مذہب انسان کو لڑنا جھگڑنا نہیں سکھاتا بلکہ ایک دوسرے سے گلے ملنا اور مصافحہ کرنا سکھاتا ہے۔ لیکن جب بھی انسان نے مذہب کی حقیقی سپرٹ کو نظر انداز کیا۔ اس نے مذہب کے نام پر تلوار اٹھائی۔ اور انسانی خون کو پانی کی طرح بہا دیا۔

سکھ مسلم تاریخ کو اگر ایک محقق کی نظر سے دیکھیں تو ہمیں یہ پتہ چل جاتا ہے۔ کہ وہ قلمی خاکے جو سکھ اور مسلم پیشواؤں کے خلاف کھینچے گئے وہ تصوراتی شاہکار تو کہلا سکتے ہیں لیکن تاریخی حقیقت ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی دور حکومت میں ظالمانہ فعل ہوتے؟ لیکن تاریخ کے لکھنے والوں نے شہنشاہ کی زندگی کو قلمبند کرتے ہوئے

"HIS PERSECUTION OF HINDUS, WHICH WAS A PIEC WITH HIS PURITONICAL CHARACTER" (AURANGZEB. P.264)

جیسا ایک جملہ لکھ دیا۔ اور دوسری طرف سکھ لٹریچر میں ایسی ہی ایک اور بھی بات گورو گوبند سنگھ صاحب کی زبان سے کہلائی کہ

"MOHAMMADANS ARE MY ENEMIES; I HAVE LIFTED UP MY SWORD TO KILL THEM, THOSE WHO ARE THEIR NOT MINE AND THOSE WHO ARE MINE NOT THEIRS (SAKHI BOOK. P.85) BY S. ATTAR SINGH)

ان حوالوں سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ سکھ مسلم اتحاد کے درمیان کس قدر کانٹے بوئے گئے تھے تاریخ کے ان کانٹوں نے سکھ مسلم اتحاد کو اپنی تیز نوکوں سے چھلنی کر دیا۔ وہ نفرت جو اپنی من گھڑت تاریخی تصورات سے پیدا ہوئی۔ پنجاب میں تقسیم ہند کے وقت انسانیت کو لے ڈوبی۔

ان کانٹوں کو سکھ مسلم اتحاد سے دور کرنا مسلمانوں کا فرض تھا۔ کیونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی بحیثیت مسلمان صلح و امن کا شہزادہ کہلاتا اور پھر قرآن مجید کی "الصلح خیر" والی تعلیم کو بھلا دیتا۔ چنانچہ مسلمانوں کی واحد تبلیغی و تربیتی جماعت یعنی جماعت احمدیہ نے ایک ایسی کتاب شائع کی ہے۔ جس کا نام ہی "سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ" ہے۔

سچ ہے۔ سکھ مسلم اتحاد کے درمیان جہاں کانٹے پیدا ہو چکے وہاں پھولوں کی۔۔۔ ہاں، ہاں، گلدستہ کی ہی ضرورت تھی۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن "جوڑیں پھل" کے نام سے گذشتہ سال گورمکھی زبان میں شائع ہوا۔ اس کتاب پر اپنی رائے کو پیش کرتے ہوئے جناب سردار دھرما سنگھ صاحب پرنسپل سکھ مشنری کالج امرتسر نے لکھا:-

"میں اور میری اہلیہ دونوں نے اس دلچسپ کتاب کو پڑھا ہے مجھے تعجب ہے کہ اس کتاب کے مصنفین کو اس کتاب کے تالیف کرنے کا خیال کیسے پیدا ہوا۔ جس استقلال اور قابلیت کا جس سے یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے دلی اعتراف کرتا ہوں کہ اس کتاب میں معلومات کا خزانہ ہے۔ بہت سے دلچسپ اور مفید اقتباسات اور حوالے جو اس میں دیئے گئے ہیں میرے لئے نئے ہیں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اس سے دو توحید پرست قوموں میں اتحاد پیدا ہوگا اور باہمی غلط فہمیاں جو ناپسندیدہ لوگوں نے جو ہمارے دشمن ہیں پھیلائی ہیں دور ہوں گی۔"

اس کتاب کی تعریف کرنا نہ صرف سورج کو شمع دکھانا ہے بلکہ اپنے عطر کی تعریف آپ کر لینا ہے۔ عطر وہ ہوتا ہے۔ جو اپنی خوبیوں کو آپ پیش کرے یا جو اس کی خوبی کو پا سکے وہ بولے نہ کہ عطر فروش۔ لہذا یہ کتاب ایک ایسی ہی کتاب ہے۔ جو پڑھنے والے پر اپنی خوبی آپ واضح کرتی ہے

ہمیں یقین ہے کہ جو بھی اس لاجواب تصنیف کو پڑھے گا وہ اس کی خوبی کو بھانپ لے گا۔ اور یہ کتاب اپنے پڑھنے والے پر اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل سکھ مشنری کالج (باقی صفحہ ۱۲)

اخبار بدر کی غیر معمولی خصوصیات
اور
احباب جماعت کا فرض

(از مکرم محمد صدیق صاحب فانی ناظر ڈی سی آفس پونچھ کشمیر)

اخبار بدر سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مذہبی آرگن ہے جس کے صفحات سلسلہ کے قابل احترام بزرگان کے بلند پایہ مضامین اور مرکزی نظام کی تحریکات سے مزین ہو کر احباب کو علمی ادبی۔ تربیتی امور میں مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔ اس جریدہ کو اسبات کا بھی فخر حاصل ہے۔ کہ اسے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد خوشتر میں ہی خدمت سلسلہ بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور اب بھی باوجود گوناگوں مشکلات کے یہ اخبار حسب حالات اپنی خدمات بدستور جاری رکھے ہوئے ہے۔ ہندوستان میں مرکز کی آواز اس کی جملہ بیرونی شاخوں تک پہنچانے کا بھی واحد ذریعہ ہے۔ اس لئے احباب جماعت کا فرض ہے کہ

اوّل۔ اس کی توسیع اشاعت کی طرف خصوصی توجہ دیتے رہیں تا یہ اخبار اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کو بڑھاتا چلا جائے۔ اور کم سے کم بوجھ سلسلہ کے مرکزی خزانہ پر پڑے۔

دوئم۔ ہر خریدار اور احمدی احباب التزام کے ساتھ اس کے مطالعہ سے مستفید ہوں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ باوجود پرچہ کے خریدار ہونے کے بعض احباب کما حقہٗ مطالعہ نہیں کرتے۔ میرے نزدیک جملہ احباب جماعت کو عموماً اور عہدیداران جماعت کو خصوصاً اس کے ہر پرچہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنا چاہیئے اور پھر جماعتی مجالس یا جمعہ کے خطبہ یا ایسی ہی کسی اجتماعی تقریب پر اس سے ضروری اقتباسات پڑھ کر سناتے جاتے رہیں۔

اسبارہ میں میرا اپنا دستور یہ ہے کہ اخبار کے ہر تازہ پرچہ سے ضروری نوٹ اپنی نوٹ بک میں محفوظ کر لیتا ہوں اس سے علمی مضامین سے استفادہ اور مرکزی اعلانات و تحریکات پر عملدرآمد کرنے میں سہولت دستیاب رہتی ہے۔ امید ہے کہ احباب جماعت بھی اس مرکزی آرگن سے توسیع اشاعت کے ساتھ ساتھ کما حقہٗ فائدہ اٹھانے کی بھی سعی کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین۔

فہرست وصولی درویش فنڈ و اعلان دعا

جن احباب کی طرف سے ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۸ء میں درویش فنڈ کی رقوم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں موصول ہوئی ہیں ان کی اسم وار فہرست ذیل میں شائع کی جا رہی ہے۔ احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان مخلصین کے کاروبار اور خاندانوں میں برکت ڈالے اور مزید خدمت کا موقعہ عطا فرمائے۔ آمین۔ اور ان احباب کو بھی نیک کاموں میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو تا حال کسی مجبوری کے باعث اس تحریک میں شامل نہ ہو سکے۔

ناظر بیت المال قادیان

نام	رقم	نام	رقم
مکرم حکیم محمد دین صاحب حیدرآباد	۱-۰۰	محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ کلکتہ	۱--۰۰
" رشید احمد صاحب "	۰-۲۶	جماعت احمدیہ جموں	۱--۰۰
جماعت احمدیہ "	۷--۰۰	مکرم عبد الحلیم صاحب دیودرگ	۱-۰۰
اہلیہ صاحبہ سید فضل احمد صاحب پٹنہ	۸--۰۰	" عبد الستار صاحب شاہ آباد	۵--۰۰
مکرم سید اختر احمد صاحب "	۴-۸۸	" مرزا امیر بیگ صاحب گونڈہ	۱۰--۰۰
" عبد الستار خاں صاحب چادلیا گنج	۷--۰۰	" مظہر احمد صاحب پالی رانچی	۵۰--۰۰
" سید داؤد احمد صاحب مظفرپور	۲--۰۰	" محمود صاحب کوڈالی	۵--۰۰
" سید یعقوب خاں صاحب کیرنگ	۲--۰۰	" حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندرآباد	۲--۰۰
" فیاض الدین صاحب "	۱--۰۰	" سیٹھ یوسف احمد الہ دین صاحب "	۲--۰۰
" انیس الرحمن صاحب "	۲-۳۷	" سیٹھ علی محمد الہ دین صاحب "	۵--۰۰
امیرا بی بی صاحبہ "	۱--۰۰	" سیٹھ فاضل الہ دین صاحب "	۲--۰۰
" ایم کے حیدر صاحب منارگھاٹ	۲۵--۰۰	" حافظ صالح محمد صاحب	۲--۰۰
" بی احمد صاحب چینگاڈی	۲--۰۰	" سید حسین صاحب	۲--۰۰
" رائل ایجنسی "	۲--۰۰	" غلام قادر صاحب شرق	۴--۰۰
محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ آسام	۱۵--۰۰	" سید عمر صاحب	۴--۰۰
مکرم بی کے سلمان صاحب بمبئی	۵--۰۰	" سید جہانگیر صاحب	۴--۰۰
" محمد مجید صاحب، کانپور	۱۲--۰۰	محترمہ بی آمنہ بی صاحبہ کنانور	۱۰--۰۰
" محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ	۹۰--۰۰	مکرم عزیزہ بیگم صاحبہ بنگلور	۲۵--۰۰

درخواست دعا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے میرے بھتیجے بھائی کا نام نور الحق تجویز فرمایا ہے۔ احباب سے عزیزہ کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونیکے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز عزیزہ موصوف اس وقت بیمار بھی ہے۔ کامل شفایابی کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار احمد حسین از تیماپور میسور سٹیٹ۔

خبریں

نئی دہلی ۲۳ رنومبر۔ وزیراعظم پنڈت نہرو نے آج عوام سے کہا کہ وہ اپنا انداز فکر بدلیں اور نئے سوالات کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ جو کہ بدلتی ہوئی دنیا نے پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ گورو نانک کے جنم دن پر منعقدہ تقریب میں تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ بڑے آدمیوں کی تعلیمات گرانقدر ہوتی ہیں۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ لیکن ہر دور کے اپنے مسائل ہوتے ہیں۔ اور پرانے حل ہمیشہ کام نہیں دیتے۔ عظیم ہستیوں نے جو آدرش رکھے ہیں انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ نئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ مسائل حل ہونے چاہئیں۔ ورنہ تعلیمات چاہے وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہوں دیش کو آگے نہیں لے جا سکتیں۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ عظیم شخصیتوں کی سالگرہ کی تقاریب ایک رسمی کی بات بنتی جا رہی ہے۔ شاید قول اور فعل میں جتنا خلا بھارت میں ہے۔ اُتنا کسی اور دیش میں نہیں۔ ہم سب کو یہ خلا پُر کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے۔

گوالیار ۲۳ رنومبر۔ بھارت کے اپ راشٹرپتی رادھا کرشنن نے سیندھیا پبلک سکول کی ڈائمنڈ جوبلی تقاریب کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں بڑی تیزی سے تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ اور ان تبدیلیوں کا کامیابی سے سامنا کرنے کے قابل بنانے کے لئے طلباء کو زیور علم سے آراستہ کیا جانا چاہیئے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے بھارت کے پڑوسی ممالک پاکستان وغیرہ میں فوجی حکومت کے قیام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ سب کچھ سیاسی لیڈروں کی خود غرضی اور بے ایمانی اور لیڈروں پر سے عوام کا اعتماد اُٹھ جانے کی وجہ سے ہوا۔ آپ نے کہا دنیا نہایت نازک حالات میں سے گذر رہی ہے۔ آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر مقدم دیکھیں اور ملک کی ترقی کے لئے متحد ہو جائیں۔

معذرت اور درخواست دعا

مکرمی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل ہائی کورٹ یادگیر بفضلہ تعالیٰ ہر سال جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے تشریف لایا کرتے اور جلسہ کے تقریری پروگرام میں حصہ لیا کرتے ہیں — مگر امسال جناب سیٹھ عبدالحی صاحب آف یادگیر کی بیماری کی وجہ سے شریک جلسہ ہونے سے قاصر رہے۔ نیز جلسہ سالانہ کے موقعہ پر جن احباب نے دعا کے تار ارسال کئے ان میں مکرمی مولوی صاحب موصوف نے بھی دو تار دیئے تھے مگر افسوس کہ جلسہ سالانہ کی اس رپورٹ میں اس کا ذکر نہ آسکا جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ احباب جناب سیٹھ صاحب موصوف کی کامل شفا یابی کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں۔ موصوف ایک عرصہ سے دمہ کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ مکرم وکیل صاحب کے اخلاص اور جذبہ محبت دین میں برکت دے اور اُن کی جملہ حاجات کو پورا کرے۔ آمین۔ (ادارہ بدر)

بمبئی ۲۴ رنومبر۔ عراقی تجارتی وفد کے ممبر مسٹر واہب جمیل نے کل بھارت عرب سوسائیٹی کی طرف سے دیگئی دعوت کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ عرب لیگ کی اقتصادی کونسل ۵ ردسمبر کو قاہرہ میں اپنی میٹنگ میں ایشیائی افریقی ممالک کی مشترکہ منڈی قائم کرنے کی تجویز پر غور کرے گی۔ عرب ممالک ایسی منڈی کے قیام کے حق میں ہیں۔ اگر عرب لیگ اقتصادی کونسل نے یہ تجویز منظور کر لی تو تجویز میں دلچسپی رکھنے والے ایشیائی افریقی ممالک کو منڈی قائم کرنے کی سکیم مکمل کرنے کے لئے کہا جائے گا۔ مسٹر جمیل نے کہا کہ ایشیائی افریقی ممالک کی مشترکہ منڈی قائم کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی ہے۔ کیونکہ یورپین ممالک کی مشترکہ منڈی کا ان پر غیر موافقانہ اثر ہوگا۔

خرطوم ۲۲ رنومبر۔ سوڈان کے فوجی وزیراعظم جنرل ابراہیم عبود نے جنہوں نے حکومت کا تختہ اُلٹ کر خود اختیارات سنبھال لئے تھے غیر ملکی اخباری نمائندوں کو بتایا کہ وہ وزارت عظمیٰ چھوڑنے کو تیار نہیں۔ مگر تب جبکہ اختیارات سنبھالنے کے لئے کوئی اچھے آدمی ملیں۔ آپ نے کہا کہ سوڈان کے سیاستدانوں پر کوئی پابندی نہیں۔ البتہ انہیں بیانات دینے کی ممانعت ہے۔ آپ نے ایک بار پھر اعلان کیا کہ سوڈان تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے گا۔

نئی دہلی ۲۳ رنومبر۔ ایک جرمن ماہر نے بھارت سرکار کو رپورٹ پیش کی ہے کہ بھارت میں خام لوہے کے ذخیرے اسپات کے تین بڑے کارخانوں کی ضروریات پورا کرنے کے بعد بھی ۴۰۰ برس کے لئے کافی ہونگے۔ یہ قابل ذکر ہے کہ دس لاکھ ٹن اسپات تیار کرنے کے لئے ۱۸ لاکھ ٹن خام لوہا، کوئلہ اور چونا درکار ہوتا ہے۔

جاگیرداروں کے معاوضہ کے متعلق سرکاری ہدایت

گورداسپور ۱۹ رنومبر۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ جاگیرداری کی منسوخی کے قانون ۱۹۵۷ء کے تحت آخری تاریخ معاوضہ جاگیرداری کے حصول کی قانون ہذا کے رو سے ۱۳-۱۲-۵۸ مقرر کی گئی تھی جو اب گذر چکی ہے۔ پنجاب گورنمنٹ نے عوام کی سہولت کے لئے اس تاریخ میں ۳۱ رجنوری ۱۹۵۹ء تک توسیع کر دی ہے۔ مورخہ ۱۳-۱۲-۵۸ کے بعد کی موصولہ درخواستیں وقت کے اندر سمجھی جائیں گی۔

سرکاری قرضہ کے لئے انتظام

گورداسپور ۱۹ رنومبر۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ گورنمنٹ نے موجودہ مالی سال میں مناسب رقوم ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کو کم آمد والے لوگوں کو مکانات کی تعمیر کے لئے بطور ادائیگی قرضہ سپرد کی ہیں۔ ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں ایسے قرضوں کی ۵۰۰۰ کی درخواستیں کے لئے ۳۰ رنومبر ۱۹۵۸ء آخری تاریخ ہے۔ ایسے قرضوں کے خواہشمند افراد کو سفید زمین کی ملکیت کا ثبوت بہم پہنچانا ہوگا۔ مزید تفصیل جناب ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور سے دریافت کی جائیں۔

بیوگان کے لئے قرضہ کی معافی

گورداسپور ۱۹ رنومبر۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ گورنمنٹ ہند نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان شرنارتھی بیوگان کی طرف سے جنہوں نے مشین سلائی کے لئے قرضہ حاصل کیا تھا خواہ وہ تین صد کی حد تک ہو معافی قرضہ کی درخواستیں ۳۱-۱۲-۵۸ تک داخل ہونی چاہئیں ما بعد ایسی درخواستوں پر غور نہ ہو سکے گا۔ یہ رعایت ان کیسوں پر بھی عائد ہوتی ہے جن میں مشینیں ریاستی حکومتوں کی طرف سے خرید کر ایسی بیوگان کو دی گئی تھیں اور ان کی قیمت بطور قرضہ سمجھی گئی تھیں۔ ایسی تمام درخواستیں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کے نام بھجوائی جانی چاہئیں۔ جن قرض خواہوں کو کوآپریٹو سوسائیٹیز کے ذریعہ قرضے منظور ہوئے تھے۔ یا ۱۱-۷-۵۷ کے بعد رقوم دی گئی تھیں ان کی درخواستیں مسموع نہ ہوں گی۔ مزید معلومات ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور سے حاصل کی جائیں۔

روحانی زندگی

(بقیہ صفحہ ۵)

رکھی تھی اس کی تکمیل کرنے والے بنیں۔ امید ہے کہ احباب اور عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان چندہ تحریک جدید کی اہمیت کے متعلق صحیح احساس پیدا کر کے وعدہ جات جلد از جلد دفتر تحریک جدید قادیان میں بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔ اور جو احباب نقد ادائیگیاں کر سکیں ان کو بھی چاہیئے کہ وہ سیدنا حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اوّل وقت میں ادائیگی کر کے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں حضور فرماتے ہیں کہ:۔

"وعدہ جس قدر پہلے ادا کیا جاوے اتنا ہی زیادہ ثواب ہے۔ نیکی میں جتنی جلدی کی جاوے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوتا ہے یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ سال کے آخر میں دیدیں گے۔ بعض اوقات وہ دے ہی نہیں سکتے۔۔۔۔ جو لوگ آخر وقت نماز ادا کرنیکے عادی ہیں۔ وہ بھول بھی جاتے ہیں۔ پہلے دینے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ایک دن کا ثواب بھی معمولی چیز نہیں۔ کہ اُسے چھوڑا جا سکے۔ جو لوگ ملازمت میں ایک دن پہلے شامل ہوتے ہیں وہ ساری عمر سینئر رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ سمجھو کہ خدا تعالیٰ کے انعام پہلے ان پر ہوں گے جو پہلے شامل ہوتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو اس الٰہی تحریک میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی سعادت اور توفیق عطا فرماتے۔ اور ان تمام خوبیوں سے نوازے۔ جو اُس کی نظر میں محبوب ہیں۔ آمین۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان